بیسویں صدی میں فقہ السیّرۃ کا رجحان

ڈاکٹر شاہ معین الدین ہاشمی☆

ABSTRACT

The *Sirah* of Prophet Mohammad ﷺ provides comprehensive guidance in shaping the theological, social, political and economic aspects of human life. *Fiqh-al-Sirah* is a subject in *Sirah* literature which is generally focused on deriving legal injections from this guidance. Mohammad Bin Ummar Al Waqidi is considered the first writer who adopted this approach in understanding *Sirah.* His work specifically deals with the battles of Prophetic era.

This trend continued in 20th century and a number of publications were produced. We can devide these publications into two categories. One deals with the juristic issues of common life as *Fiqh-al-Sirah* by Mohammad Ramadan Al-Buti or the work of Mohammad al-Ghazali with the same title. In the second category we can mention the work of those authors who focused on the legal aspect of a particular subject as international relations. Dr. Mohammad Hamidullah's work belongs to

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ حدیث و سیرت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

this category. This article attempts to explore the *Sirah* literature of 20th century regarding *Fiqh-al-Sirah*.

فقہ السیّر ۃ کا مفہوم

اسلامی ادبیات میں بہت سے علوم وفنون ہیں جن کے ساتھ فقہ کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسے فقہ القرآن، فقہ الحدیث، فقہ اللغتہ وغیرہ۔'' فقہ السیر ۃ'' بھی اسی قبیل کا ایک مرکب ہے۔

لفظ'' فقہ'' کا اطلاق بطور اصطلاح کے وہ قرآن و سنت سے استنباط کردہ احکام و مسائل کے ایسے مجموعہ پر ہوتا ہے جو امت مسلمہ کے لیے قانونی مسائل کا تکفل کرتا ہے۔ تا ہم عام معنی کے اعتبار سے فقہ کا اطلاق یہ نہیں بلکہ فقہ اپنے عام معنی کے اعتبار سے قرآن و سنت اور شریعت اسلامی کے فہم کو شامل ہے۔

'فقہ السیر ۃ'' کا مفہوم یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ سے بحث کرنے والے علم کا گہرا فہم اور ادراک، کیوں کہ فقہ کے لفظی معنی کسی چیز کا پختہ علم اور گہری بصیرت کے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا یہ ہے جو آپ نے ترجمان القرآن سید نا ابن عباس کے لیے فرمائی:''اللّٰھم فقھہ فی الدین و علمہ التأویل''[1] یعنی اے اللہ ابن عباس کو دین کا پختہ فہم وادراک نصیب فرما۔

اس عمومی اعتبار سے'' فقہ السیر ۃ'' کی اصطلاح سیرت طیبہ کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں کے متعلق ہو جاتی ہے۔ اس کا تعلق فقہیات سیرت سے بھی ہو سکتا ہے، کلامیات سیرت کی تحقیق بھی اس میں داخل ہے۔ سیرت کے ادبی و اجتماعی پہلوؤں کا فہم بھی فقہ السیر ۃ کہلایا جا سکتا ہے۔ سیرت کے احداث و وقائع کی تحلیل و تاویل جس کو مشکلات سیرت کا حل کہا جاتا ہے۔ فقہ سیرۃ کا ایک باب ہے۔ سیرت سے متعلق اعلام اوطان کا تعارف بھی فقہ السیر ۃ کا میدان ہے۔ متقدمین کی سیرت نگاری میں ان تمام گوشوں سے بحث کی گئی ہے بلکہ بعض کتب کو ان سب جوانب کی جامع کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے جن میں طبری،ابن ہشام اور ابن کثیر کی کتب سیرۃ بہت نمایاں ہیں۔ فقہ السیر ۃ کا ایک اسلوب وہ ہے جس میں سیرت طیبہ کے مختلف گوشوں کی مدد سے شرعی احکام کا تعین کیا جاتا ہے۔ سیرت نگاری کا یہ کام سب سے پہلے جس سیرت نگار نے کیا ہے وہ محمد بن عمر الواقدی ہیں۔ علامہ واقدی کے کام میں غزوات اور سیر کے فقہی اور قانونی پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ان کے ہاں وقائع کی تواریخ کے بیان کا اہتمام بھی ایسا امر ہے جس سے بہت سے احکام کے بارے میں تدریج کی معرفت اور ناسخ ومنسوخ کا پتہ چلتا ہے۔ فقہی پہلو سے سیرت نگاری ایک خاص شکل و منہج میں امام بخاری کی الجامع الصحیح میں بھی موجود ہے۔ امام بخاری وقائع سیرت پر مبنی

۱۔ **مسند احمد بن حنبل**، کتاب مسند بنی ہاشم :۲۶۲۱

روایات پر تراجم و تعلیقات اور ان سے احکام و مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ان کے بعد چھٹی صدی ہجری میں علامہ عبد الرحمٰن السھیلی نے الـــروض الأنف میں فقہ السیر ۃ کو زیر بحث بنایا۔ علامہ ابن القیم کی کتاب زادالمعادفی ھدی خیر العباد اس موضوع پر مفصل ترین کتاب ہے۔

بیسویں صدی میں فقہی سیرت نگاری

بیسویں صدی میں سیرت کے موضوع پر جو بھی موضوعاتی و تجزیاتی کتب لکھی گئیں ان میں اکثر و بیشتر فقہ السیر ۃ سے متعلق ہیں۔ ان کتب کے موضوعات میں رسول اکرمﷺ کی سیرتِ اطہر کے مطالعہ سے معاشرتی، سیاسی، معاشی، ثقافتی،عسکری، بین الاقوامی، اداراتی و تنظیمی، دعوتی پہلوؤں پر لکھا گیا ہے۔

زیر نظر مقالے میں ہمارے پیش نظر بیسویں صدی کی فقہ السیر ۃ سے متعلق چند اہم کتب کا تعارف و اسلوب بیان کرنا ہے۔ اس مقالے میں موضوع سے متعلقہ مواد کو سامنے رکھتے ہوئے کتب کا مطالعہ کیا گیا ہے چنانچہ بعض کتب پر مفصل جب کہ بعض پر اختصار کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ اس بحث کو غیر ضروری طوالت سے بچانے کے لیے اس امر کا خیال رکھا گیا ہے کہ فقہ السیر ۃ کی بحث میں کتب کے ان پہلوؤں کی طرف بطور خاص توجہ دی جائے جو کہ اس میدان میں ان کے امتیازات وخصوصیات کا درجہ رکھتے ہوں۔ اس مقالہ میں ہم نے ان کتب کو دوحصوں میں تقسیم کیا ہے۔ (الف)۔ فقہ السیر ۃ کی وہ کتب جو فروع فقھیہ کے استنباطات سے متعلق ہیں۔ (ب) فقہ السیر ۃ کی وہ کتب جن کا تعلق اداراتی و بین الاقوامی معاملات سے ہے۔

الف- سیرت النبیؐ علامہ شبلی نعمانی (سید سلیمان ندوی)

''علامہ شبلی نعمانی''، علامہ سید سلیمان ندوی کی تالیف سیرت النبیﷺ، سید صاحب کے بقول دو سوالوں کے جوابات کے لیے تحریر کی گئی۔ پہلا سوال یہ کہ اسلام کا پیغمبر کون ؟تھا؟ دوسرا سوال یہ کہ'' وہ کیا لایا تھا؟''

''سیرت النبیؐ'' کی شروع کی تین جلدیں پہلے سوال کا جواب اور باقی چار جلدیں دوسرے سوال کا جواب ہیں۔

مصادر و مراجع :یوں تو ''سیرت النبیؐ'' کے مراجع و مصادر کی تعداد خاصی کثیر ہے تا ہم سیرت کے حوالے سے اس کے اہم ترین مصادر میں قرآن مجید، کتب احادیث، کتب سیرت، بالخصوص ابن سعد، ابن ہشام اورطبری شامل ہیں۔ خود مولانا شبلی لکھتے ہیں کہ'' اس (کتاب) میں مآخذ کے سلسلے میں قرآن مجید کو سب پر مقدم رکھا گیا ہے، پھر اکثر تفصیلی واقعات میں نے حدیث کی کتابوں سے ڈھونڈ کرمہیا کیے ہیں جو اہل

سیر کی نظروں سے اوجھل رہ گئے ہیں، اہم واقعات کے لیے ابن سعد، ابن ہشام اورطبری کوکافی سمجھا ہے(۲)۔

کتاب کی پہلی جلد صرف واقعات سیرت پر مبنی ہے۔ اس میں سلسلہ غزوات کے تحت غزوات النبیؐ کو بیان کیا گیا ہے۔ غزوات سے قبل تقریباً دس صفحات پر مشتمل دلائل و براہین سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ غزوات اقدامی جنگیں نہ تھیں بلکہ مسلمانوں کو اپنے دفاع میں مجبوراً جنگوں پر مجبور کیا گیا(۳)۔ غزوات کا ذکر کرنے کے بعد یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ غزوات مال غنیمت کے حصول کے لیے نہ تھے اور نہ ہی ان میں عربوں کی لڑائیوں کی طرح وحشیانہ افعال روا رکھے گئے(۴) غزوات نبوی کی روشنی میں جنگ کے آداب و احکام کا ذکر بھی کیا گیا ہے(۵)۔

دوسری جلد میں تاسیس حکومت الٰہی کے عنوان سے اولین اسلامی مملکت کے کچھ خدوخال واضح کیے گئے ہیں۔ ولاۃ العمال، محصلین زکوٰۃ کا تقرر، امیر العسکر، افتاوقضاء، ولاۃ ومحصلین کی فہرستیں اسلامی مملکت کے محاصل اور ملک میں مذہبی انتظام و انصرام کا ذکر کیا گیا ہے(۶)۔

تاسیس حکومت کے بعد فقہ العبادات کا ذکر ہے۔ اس ضمن میں بطور خاص، طہارت، نماز، زکوٰۃ اور حج کو بیان کیا گیا ہے۔ مؤلف نے عبادات کی بحث کو دوسری اور پانچویں جلد میں یعنی دو مقام پر تحریر کیا ہے۔ دوسری جلد میں عبادات کی فرضیت اور اس کی تاریخ کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ پانچویں جلد میں بعض فقہی احکام کے ساتھ ان عبادات کے فلسفہ پر بھی بحث کی گئی ہے(۷)۔

فقہ العبادات کے بعد فقہ المعاملات پر بحث کی گئی ہے۔ فقہ المعاملات میں وراثت، وصیت، وقف نکاح و طلاق حدود وتعزیرات حلال وحرام کا ذکر کیا گیا ہے۔ معاملات کے بیان میں حسب سابق تمام امور کی تاریخ اور پس منظر کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور تائیداً سیرت کے واقعات کو ذکر کیا گیا ہے(۸)۔

کتاب سیرت النبیﷺ میں فقہ السیر ۃ کے حوالے سے ایک نہایت اہم اور وقیع ذخیرہ معجزات نبویؐ

۲- شبلی نعمانی، علامہ، سید سلیمان ندوی، **سیرت النبیؐ**، طبع، ۲۰۰۵، ج ۱، ص ۲۸

۳- ایضاً، ص ۲۹۰-۲۹۸

۴- ایضاً، ص ۵۳۳-۵۳۵

۵- ایضاً، ص: ۵۵۵ تا ۵۶۵

۶- ایضاً، ص: ۶۸، ۷۳، ۷۸، ۸۴

۷- مثلاً ملاحظہ ہو، **سیرت النبیؐ**، نماز کا بیان ج ۲، ص ۱۰۵، ۱۰۷ تا ۱۰۹۔ ج ۵، ص، ۴۴، ۴۶، ۸۹، ۹۵

۸- مثلاً ملاحظہ ہو، **سیرت النبیؐ**، جلد دوم کے صفحات میں وراثت کا بیان، ص: ۱۹۶، ۲۱، ۲۳۳

کے باب میں موجود ہے جس میں رسول ﷺ کے معجزات سے متعلق روایات پر نقد و تحقیق کی گئی ہے۔ ان روایات کی جانچ پرکھ روایت و درایت ہر دو اعتبار سے کی گئی ہے[۹]۔

چوتھی جلد میں تبلیغ نبویؐ،اس کے اصول اور اس کی کامیابی کے اسباب کے ذیل میں کچھ جگہوں پر سیرت سے نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ کسی دین کو زبردستی پھیلانا اسلام کی نگاہ میں ایک ایسا فعل ہے جس سے رسول ﷺ کی شان کو اس نے بہت بلند سمجھا ہے، چنانچہ قرآن میں ہے: اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ[۱۰]۔

آپ اس قرآنی آیت وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ[۱۱] کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ فتنہ سے مراد عقیدہ و مذہب کی آزادی کا نہ ہونا ہے۔ آپ اس مؤقف کے لیے بخاری کی روایت میں قول ابن عمرؓ کو نقل کرتے ہیں کہ فتنہ سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے دین کے سبب فتنہ میں مبتلا کیا جائے کہ لوگ اسے یا مار ڈالیں یا قید کر لیں۔ اس ضمن میں آپ نے جہاد و قتال کے بعض بہت اہم مسائل کو سیرت سے مستنبط کیا ہے[۱۲]۔

جلد پنجم کا موضوع، فرائض خمسہ، ان کی مصلحتوں اور حکمتوں سے متعلق ہے۔ اس جلد میں مؤلف نے عبادات کی تاریخ اور اس کا فلسفہ ذکر کیا ہے اور عبادات کے ظاہری و باطنی احکام کو آپ ﷺ کی ہدایات و تعلیمات اور عملی مثالوں کی روشنی میں واضح کیا ہے[۱۳]۔

جلد ششم اخلاق نبوی پر مبنی ہے جس میں آپ نے سیرت مطہرہ کی جامعیت اور ہمہ گیریت کے ضمن میں انسان اور دیگر مخلوقات کے حقوق کا ذکر کیا ہے۔ تاہم خود مؤلف کے بقول کتاب کے اس حصہ کا اصل موضوع احکام کا اخلاقی پہلو ہے نہ کہ فقہی جزیات کا استنباط[۱۴] "سیرت النبی ﷺ" کی ساتویں اور آخری جلد مکمل طور پر فقہی رنگ میں ہے اور فقہ السیرۃ کا وقیع نمونہ ہے۔ سید صاحب نے کتاب کے مقدمہ میں ہی فقہاء کی تقسیم معاملات کا ذکر فرمایا ہے اور فقہاء شافعیہ، فقہاء احناف اور امام شاطبی کی تقسیم نقل کی ہے اور پھر معاملات سے اپنی مراد واضح فرمائی ہے۔

۹۔ ایضاً، ج ۳، ص ۶۲۰، ۶۲۱ تا ۶۶۶ؔ

۱۰۔ **یونس**: ۹۹

۱۱۔ **انفال**: ۳۹

۱۲۔ **سیرت النبیؐ**، ص ۱۹۷ بحوالہ صحیح بخاری جلد دوم، تفسیر سورۃ الانفال

۱۳۔ ایضاً، نماز، ص ۳۷، ۶۷، ۸۴، ۹۳

۱۴۔ ایضاً، ملاحظہ ہو، ص ۸

آپ نے اس کتاب میں معاملات کا اطلاق فقہاء کی تقسیم سے زیادہ وسیع معنی میں کیا ہے۔ معاملات سے آپ کی مراد وہ تمام احکام شرعیہ ہیں جن کا تعلق ان تمام حقوقِ عباد سے ہے جن کی حیثیت، قانون کی ہے جن میں معاملات و مزاجر دونوں داخل ہیں اور جن کا منشا جاہ و مال و آبرو کی حفاظت ہے خواہ وہ اشخاص کی مصلحت سے متعلق ہوں یا خاندان کی یا مملکت کی[۱۵]۔

قدیم فقہاء نے سیاست و مملکت کے حوالہ سے السیر کی اصطلاح قائم کی ہے اور متاخرین نے ان کو احکام السلطانیہ اور احکام الاموال کے نام سے لکھا ہے۔ سید صاحب نے جدید زمانے کو مدنظر رکھتے ہوئے ان مسائل کی ترتیب اور ان کا بیان اپنے متقدمین سے مختلف انداز میں کیا ہے اور اس کے لیے نئی اصطلاحات بھی اختیار کی ہیں۔ آپ خود لکھتے ہیں کہ ہماری نئی اصطلاح میں معاملات سے مقصود مسلمانوں کے وہ تمام انسانی کاروبار ہیں جن کا تعلق معاشرت، مال و دولت اور حکومت کے ضابطوں اور قوانین سے ہے۔ آپ نے ان تمام مسائل کی تین قسمیں کی ہیں۔ یعنی معاشریات۔ اقتصادیات اور سیاسیات[۱۶]۔

سیاست و امور مملکت کو آپ نے بہت واضح کیا ہے، آپ لکھتے ہیں کہ سیاست و امور مملکت اگرچہ شریعت کے تابع ہیں لیکن نبوت سے الگ ہیں۔ رسول ﷺ کی تنظیم و ترتیب مملکت کے تمام افعال تشریعی نہیں تھے بلکہ موقع و مناسبت کو دیکھتے ہوئے آپ ﷺ نے یہ فیصلے کیے تھے چنانچہ اب امت پر آج کی مملکت کی ترتیب کو شرعی اصولوں پر تو چلانا ہے مگر بعینہ وہ اس ترتیب کی مکلّف نہیں ہے۔ تا ہم یہ امور اتنے مشکل و دقیق ہیں کہ بقول مؤلف، ''ان امور کی تشریح میں ہزار احتیاطوں کے باوجود ہر قدم پر لغزش کا خطرہ ہے اور مشکلات کا ایک سبب یہ ہے کہ عہد نبویؐ کی سیاسات کے احکام و فرائض کا مآخذ خود ذات نبویؐ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ ہے جن کی ذات مبارک میں امامت کے ساتھ نبوت بھی جمع ہے۔ جس سے ایک کو دوسرے سے جدا کرنا ناخن کو گوشت سے علیحدہ کرنا ہے''[۱۷]۔

اسلام میں حکومت کی حیثیت و مقصد کیا ہے؟ رسول ﷺ کا کفار مکہ کی مال و اسباب کی پیشکش کو ٹھکرا دینے اور دیگر مثالوں سے آپ نے واضح کیا ہے کہ'' اس حکومت کا مقصود تخت و تاج، اور خزانے نہیں بلکہ اللہ کے احکام کا نفاذ ہے جس سے مخلوق خدا کی حقیقی بہتری ممکن ہے۔ آپ ﷺ نے آسمانی بادشاہی کے ساتھ دنیا کی بادشاہی کی بھی بشارت دی تا کہ دنیا میں خدا کی بندگی اور رضا جوئی بے خوف و خطر کی جا سکے۔ اور

۱۵- ایضاً، ص ۷-۱۰

۱۶- ایضاً، ص ۱۰

۱۷- ایضاً، ص ۱۱

اس کے لیے خدا کی بادشاہی خدا کے قانون کے مطابق دنیا میں قائم ہو''[۱۸]۔

اسلام میں حکومت کی حیثیت و مقصد کے حوالہ سے آپ نے فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً''[۱۹] کی مثالیں ذکر فرمائی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں'' محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں دین و دنیا دونوں کی برکتیں لے کر آئے''اور اگر حکومت و سلطنت کا یہی مقصود ہے تو '' اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت حکومت و سلطنت اور دنیا کی سیاست ہے۔ یہاں تک کہ کتاب و نبوت کی دولت کے بعد اسی کا درجہ ہے''۔ نیز ''مذہبی سلطنت کا مٹ جانا، ظالم بادشاہوں کے پنجوں میں گرفتار ہونا اور دوسروں کی محکومی برے اعمال کا نتیجہ ہے اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کا سبب ہے''[۲۰]۔

اسلام کا نظریہ سلطنت

اسلام کے نظریہ سلطنت سے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ یہ بنیادی اصولوں پر مبنی ہوتا ہے اور یہ اصول صرف خشک انسانی قانون پر مبنی نہیں ہوتے بلکہ اس کا اساس اولین محض اخلاص قلب اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتا ہے[۲۱]۔ نیز اس نظام میں مذہب سلطنت سے علیحدہ نہیں ہوتا (جیسا کہ کہا گیا ہے'' جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو'' اور جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو) اور نہ ہی اس نظام میں مذہب کی لطیف و نازک روح کو ایسی سلطنتی قوانین و آئین و ضوابط کی رسیوں میں جکڑا جاتا ہے کہ مذہب کی لطافت جاتی رہے (جیسا کہ یہودیت اور برہمنیت میں ہوا)۔

یہ حکمرانی سلطنت اور دین کا معتدل مجموعہ ہے۔ ایسی سلطنت ہے جو ہمہ تن دین ہے یا ایسا دین ہے جو سرتاپا سلطنت ہے مگر سلطنت الٰہی۔ یہ نظریہ سلطنت و ریاست ایک ایسے تصور پر مبنی ہے جس کے اندر مادی و روحانی سیاسی اور اخلاقی، دنیاوی اور دینی دونوں تصورات باہم دست و گریبان ہیں۔ اس سلطنت کا حاکم اعلیٰ اللہ جل شانہ ہے۔ دوسرے مجازی حاکموں آمروں کا حکم اسی وقت مانا جاتا ہے جب وہ عین حکم الٰہی ہو یا اس پر مبنی ہو اور کم از کم اس کے مخالف نہ ہو آپ لکھتے ہیں کہ سلطنت اور دین کا یہ اتحاد اسلام کا سب سے بڑا نصب العین ہے آپ نے سیرت کی مثالوں اور احادیث کے دلائل کو اس نظریہ و فکر کی تائید میں جمع کیا ہے[۲۲]۔

۱۸- ایضاً،ص ۱۸

۱۹- **البقرۃ** : ۲۰۱

۲۰- **سیرت النبیؐ**، ایضاً،ص ۲۰، ۲۴، ۳۵

۲۱- ایضاً،ص ۴۴

۲۲- ایضاً،ص ۷۱- ۷۸

اسلامی طرز حکومت

آپ کے خیال میں اسلامی طرز حکومت کا کوئی متعین ظاہری ڈھانچہ نہیں بلکہ اسلامی طرز حکومت چند متعین اصولوں کا نام ہیں جو کسی بھی طریق حکومت کا حصہ بن سکتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ اسلام نے اپنے اولین دور میں عملاً جس طرز کی حکومت قائم کی اور جس قسم کی مثالیں اور تعلیمات پیش کیں ان کی روشنی میں اسلامی حکومت کا جو تصور قائم ہوتا ہے اس میں بیک وقت مذہبی، شخصی، دستوری، جمہوری اور زعیمی حکومتوں کے خصوصیات و مظاہر نظر آتے ہیں۔ اس لیے اہل نظر اپنے اپنے مذاق کے اعتبار سے اس کی تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسا طرز حکومت ہے جو مذکورہ بالا اصطلاحاتِ حکومت میں سے کسی پر بھی پوری طرح سے نہیں اترتا اور نہ ہی اس کے برعکس۔ اس میں سربراہ حکومت اللہ کی شریعت کی تنفیذ کرتا ہے،اس لحاظ سے اس کو الٰہی کہا جا سکتا ہے۔ اس بنا پر کہ اسلام کی حکومت میں شوریٰ و باہمی مشورہ کی تاکید ہے اور ارباب حل و عقد ہیں،اس لیے اس کو دستوری کہہ دینا ممکن ہے۔ اس سبب سے کہ خلیفہ کا انتخاب افراد امت کی جانب سے بھی ہوتا ہے اور حقوق و فرائض میں سربراہ کو عام آدمی پر فوقیت نہیں ہوتی، جمہوری بھی کہہ سکتے ہیں۔ خلیفہ کے احکام شرعیہ کی اطاعت امت پر واجب ہے اور وہ امت کے مشوروں کو ماننے پر مجبور نہیں، اس اعتبار سے اس کو شخصی کہنا بھی ممکن ہے۔ اس اعتبار سے کہ خلیفہ کے ہر جائز حکم کی تعمیل بے چوں و چرا کرنا ضروری ہے، اس کو زعیم یعنی ڈکٹیٹر سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کا ایک نظریہ بھی اسلامی طریق حکومت پر پوری طرح صادق نہیں آ سکتا۔

سید صاحب کے بقول اصل بات یہ ہے کہ یہ سب ظاہری اشکال ہیں۔ اسلام اس کو اہمیت نہیں دیتا بلکہ اس کے نزدیک منشائے حکم الٰہی کا نفاذ اصل ہے۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ [۲۳] کی بنا پر حکمرانوں کو یہ اختیار نہیں کہ وہ حکم الٰہی کے مخالف کوئی حکم جاری کر سکیں۔ انھیں یہ اختیار نہیں کہ اللہ کے حلال و حرام میں سرِ مو بھی تبدیلی کر سکیں حتیٰ کہ یہ اختیار اللہ کے نبی کو بھی حاصل نہیں، اس لیے جب رسول ﷺ نے ایک مباح شے کو اپنے اوپر روکا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبر! تو کیوں اس کو حرام کرتا ہے جس کو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا [۲۴]۔

اصح السیر (مولانا حکیم ابو البرکات عبد الروف دانا پوری) طبع مجلس نشریات اسلام، کراچی (طبع: ۱۹۸۱)

۲۳- یوسف : ۸

۲۴- التحریم :۱،ص: ۱۱۱

مولانا دانا پوری ۱۸۵۶ء بہار کے شہر دانا پور میں پیدا ہوئے (۲۵)۔ آپ کی کتاب کا نام ''اصح السیر فی ہدی خیر البشرﷺ'' ہے۔ چونکہ مولانا دانا پوری نے رسول اللہﷺ کی سیرت کے مواد کو بنیادی مآخذ قرآن و احادیث صحیحہ اور مستند روایات سیرت سے جمع کیا ہے اس لیے انہوں نے اس کتاب کو ''اصح السیر'' کا نام دیا۔

حکیم دانا پوری کی یہ کتاب چھ سوصفحات پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے اس کتاب کو دوحصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حصہ اوّل حضورﷺ کی ولادت سے وفات تک کے حالات پر مشتمل ہے مگر اس کا اکثر حصہ صرف ان حالات و واقعات سے متعلق ہے جن کا تعلق اسلام کی تبلیغ و اشاعت سے ہے۔ حصہ دوم میں پیغمبرانہ زندگی یعنی دلائل النبوۃ، معجزات، شمائل اور خاص طور پر رسول اللہﷺ کی مکمل حیات پر مشتمل تعلیمات واصلاحات ہیں (۲۶)۔

مؤلف نے کتاب کی تالیف میں درجہ ذیل اہم مصادر سے استفادہ کیا ہے۔

۱-قرآن، الاتقان للسیوطی، تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر، معالم التنزیل للبغوی، تفسیر کبیر للرازی، کتب حدیث میں ادب المفرد لامام بخاری، صحاح ستہ، شرح معانی الآثار، کتاب الآثار، دلائل النبوہ للبیہقی، مسند ابی یعلی، نیل الاوطار للشوکانی، عمدۃ القاری، فتح الباری، کتب سیرت میں، سیرت ابن ہشام، السیرۃ النبویہ لابن کثیر، طبقات ابن سعد، المغازی للواقدی، البدایۃ و النہایۃ لابن کثیر، زادالمعاد لابن قیم، شرح الزرقانی علی المواہب، الروض الانف للسھیلی، الاصابہ، اسدالغابہ اور الاستیعاب، کتب فقہ میں کتاب الام للشافعی، کتاب الاموال لابی عبید، بحرالرائق، المغنی لابن قدامہ الھدایۃ۔لغوی تشریحات کے لیے زیادہ تر النہایۃ فی غریب الحدیث و الاثر پر اعتماد کیا گیا ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے قرآن مجید کو سیرت کے مآخذ اوّل کے طور پر لیا ہے اور کثرت سے قرآنی آیات کے حوالہ جات دیے ہیں۔ مختلف واقعات سیرت کے پس منظر یا ان سے استنباط و استخراج کے لیے قرآنی آیات کے بعد صحیح احادیث اور دیگر مستند روایات سیرت پر انحصار کیا ہے۔ آپ نے محض احادیث کی روایات کو بیان نہیں کیا بلکہ ان کی اسناد، رواۃ حدیث پر نقد و تبصرہ بھی کیا ہے۔ تاویل و تطبیق حدیث سے بھی کام لیا ہے (۲۷) آپ نے نہ سیرت کی مستند روایات پر اعتماد کیا ہے بلکہ آپ مختلف روایات سیرت کے مابین اختلاف کو اور اس موقع پر بعض روایات کو دوسری روایات پر ترجیح بھی دیتے

۲۵- عبد الرقیب حقانی، **ارضِ بہار اور مسلمان**، طبع کراچی، ۲۰۰۴

۲۶- مولانا حکیم عبد الروف دانا پوری، **ابو البرکات**، کراچی، طبع مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۱ء ص ۷

۲۷- مثلاً ملاحظہ ہوں چند مثالیں اصح السیر، ص، ۴۵۴، ۴۵۶، ۴۶۴ وغیرہ

ہیں[۲۸] کتاب میں کثرت سے فقہی مباحث و مسائل کا سیرتِ رسول ﷺ سے استنباط کیا گیا ہے۔ فقہی مباحث کو مؤلف نے باقاعدہ مختلف ابواب و عناوین باندھ کر ذکر کیا ہے۔ مثلاً، کتاب الاموال[۲۹] نکاح محرم[۳۰] شرعی پردہ[۳۱] اور ان جیسے کئی عناوین، قائم کیے ہیں۔ آپ ان موضوعات کے ضمن میں ائمہ اربعہ کی آراء بھی ذکر کرتے ہیں اور بعض مواقع پر ترجیح اور وجہ ترجیح بھی بیان کرتے ہیں[۳۲]۔

فقہ السیرۃ کے ضمن میں مزید چند موضوعات حسب ذیل ہیں:

غزوہ بنی نضیر، بنو قریظہ وغیرہ کے ذکر میں جہاد اور معاہدین وغیرہ کے احکام ذکر کیے گئے ہیں۔ جہاد بالسیف کا حکم آنے کے ضمن میں آپ نے لکھا ہے کہ'' جہاد بالسیف کے حکم کے بعد کفار کی تین قسمیں ہوگئی ہیں:۱-معاہد۔ ۲-حربی۔ ۳-اہل ذمہ۔ معاہد جب تک معاہدہ کے پابند رہتے، آپ ﷺ کو بھی پابندی کا حکم تھا۔ جب وہ عہد توڑ دیں تو ان سے لڑنے کا حکم ہے، مگر نقض عہد سے مطلع کرنے کے بعد۔ اسی بحث میں آپ نے معاہدہ کی دو اقسام مؤقت اور غیر مؤقت کا ذکر بھی کیا ہے[۳۳]۔

غزوہ احد کے ذیل میں شہدا کی تجہیز وتکفین اور ان کا صلوٰۃ الجنازہ کے احکام کا ذکر کیا ہے۔ ان احکام کے ضمن میں مختلف واقعات و روایات کا ذکر فرمایا ہے اور مختلف فقہاء بالخصوص احناف وشوافع کی آراء و دلائل کا ذکر بھی کیا ہے[۳۴]۔

غزوۂ خیبر کے ذکر کے بعد احکام فقہیہ کے عنوان کے تحت، مخابرہ، ممنوعات خیبر، قتال، شہر حرام، تحریم لحوم الحمر الاہلیہ، طہارت اور متعہ سے متعلق احکام نقل کیے ہیں[۳۵]۔

سریہ عبد اللہ بن خذافہ السہمی کے ذیل میں اطاعت امیر کی شرائط و حدود کا ذکر فرمایا ہے اور اس سریہ کے امیر کا واقعہ نقل کیا ہے جن کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ''ان کی سنو اور اتباع کرو'' امیر سریہ نے ایک موقع پر بعض افراد سے ناخوش ہو کر آگ جلائی اور انھیں حکم دیا کہ اس آگ میں داخل ہو جاؤ مگر لوگوں

۲۸- ایضاً، ص ۲۸۵، ۲۳۴، ۴۶۰

۲۹- ایضاً، ص ۳۴۷

۳۰- ایضاً، ص ۲۲۵

۳۱- ایضاً، ص ۵۸۷

۳۲- ایضاً، ملاحظہ ہوں، ص ۱۱۱، ۲۳۰، ۳۸۰

۳۳- ایضاً، ص ۷۷

۳۴- ایضاً، ص ۱۱۱، ۱۱۲

۳۵- ایضاً، ص ۲۰۴ تا ۲۲۹

نے اپنے امیر کی بات نہیں مانی۔ حضورﷺ نے سنا تو لوگوں کے عمل کی تائید فرمائی۔

مؤلف اس واقعہ کی فقہ میں لکھتے ہیں کہ جب تعذیب نفس میں امیر کی اطاعت حرام ہے تو تعذیب مسلم یا ترک اوامر یا فعل نواہی امیر کے حکم سے کیوں کر جائز ہو سکتا ہے (۳۶)۔

فتح مکہ کے واقعہ سے استنباط کیا ہے کہ مکہ عنوۃً فتح ہوا ہے۔ مکہ کی اراضی پر امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام سفیان ثوری، امام احمد، اسحٰق بن راھویہ کی آراء کا ذکر کیا ہے۔ مکہ کی اراضی سے متعلق تفصیلی بحث کے بعد آپ نے لکھا ہے کہ مکہ کی اراضی اور اس کے منافع تمام عالم کے مسلمانوں میں مشترک ہیں (۳۷)۔

غزوہ تبوک کے ضمن میں آپ نے درجہ ذیل احکام مستنبط کیے گئے ہیں: جہاد کے لیے نفیر عام کا حکم، قصر نماز، قضا علی الظاہر، صدقہ علی البشارۃ، جہاد کی فضیلت اور آداب جہاد، کفار سے استعانت، تقویم دعوت کے متعلق احکام وغیرہ (۳۸)۔

مغازی کے بعد کتاب الاموال کا ذکر کیا ہے جس میں زکوٰۃ کے احکام، غنائم، خمس کا مصرف، اموال فے، اور جزیہ، احکام عشر و خراج مفصل بیان ہیں (۳۹)۔

کتاب میں حجۃ الوداع کا ذکر مع احکام حج، تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں فقہاء کرام کے اختلاف اور ان کے دلائل کا ذکر کیا گیا ہے (۴۰)۔

فقہ السیر ۃ (عربی)(الدکتور محمد سعید رمضان البوطی)

اس کتاب میں مؤلف نے واقعات سیرت سے دروس و احکام کا استنباط کیا ہے۔ مصنف نے سیرت طیبہ کو مصدر تشریع ثابت کیا ہے اس کے لیے دیگر دلائل کے ساتھ ساتھ انہوں نے سیرت طیبہ کے ذریعہ فقہاء کے استنباط کو بھی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے اور مثالوں کے ذریعے واضح کیا ہے کہ مجتہدین و فقہاء بھی سیرت کو مصدر تشریع سمجھتے تھے اور اپنا مستدل بناتے تھے۔

آپ نے کسی مخصوص مسلک کی ترجمانی نہیں کی بلکہ مختلف مسالک کی آراء کو سیرت سے تائید فراہم کی ہے البتہ آپ نے کسی بھی معاملے میں اس مسلک کو ترجیح دی ہے جو عہد حاضر کے حالات سے زیادہ موافقت رکھتا ہو۔

۳۶- ایضاً، ص ۲۲۱

۳۷- ایضاً، ص ۲۷۰-۲۷۲

۳۸- ایضاً، ص ۲۴۲-۲۴۶

۳۹- ایضاً، ملاحظہ ہوں، ص ۳۴۸، ۳۵۵، ۳۶۳، ۳۶۶، ۳۷۰، ۳۷۸

۴۰- ایضاً، ص ۴۵۵-۵۰۰

مصنف کے بقول اس کتاب میں واقعات سیرت کا اس انداز میں تجزیہ کیا گیا ہے کہ اس سے قاری بآسانی دروس مستنبط کرنے اور اصول و معانی کا فہم حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے، یہی اس مطالعہ کا حاصل اور مقصد ہے۔

مؤلف نے سیرت نگاری کے اس پہلو کی تفہیم کے لیے ''سیرت نگاری کا عملی طریقہ'' کا عنوان قائم کیا ہے۔

آپ علم سیرت کو دو بنیادی حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

۱- ''علمی اصول و قواعد کے ذریعے سیرت النبی'' یعنی حضرت محمد ﷺ کی زندگی کی تفصیلات کو محفوظ و مضبوط طریقے پر قلم بند کر کے اصول حدیث اور قواعد جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پرکھ کر آگے پہنچانا۔ اس کو وہ سیرت کا تاریخی عمل قرار دیتے ہیں۔ اس حصہ میں سیرت کے حوالہ سے تمہیدی مباحث کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی حصہ میں ''سیرت نبوی تاریخ نویسی کے جدید مسالک کی روشنی میں'' کے عنوان سے مستشرقین اور مستغربین کے کاموں پر تنقید کی ہے[۴۱] کتب سیرت میں حسین ہیکل، فرید وجدی وغیرہ کے طریقہ پر نقد کیا گیا ہے[۴۲]۔ اس طریقہ تحریر پر بھی نقد کیا ہے جس میں کوئی بھی مؤلف اپنے آپ کو سیرت کے مستند مآخذ اور مستند احادیث کا پابند نہیں کرتا[۴۳]۔

۲- دوسرا حصہ مؤلف کے نزدیک اصل اور جوہر ہے اور وہ یہ ہے کہ ان واقعات کو پورے طور پر قبول کر کے ان سے نتائج و احکام اور اصول و مبادی مستنبط کرنا اور یہی فقہ السیرۃ ہے۔

دوسرے حصہ یعنی فقہ السیرۃ مؤلف نے پھر دو بنیادی تقسیم کیا ہے۔ ان میں کچھ کا تعلق عقائد و ایمانیات سے ہے اور کچھ قانون سازی اور معاملات سے متعلق ہیں[۴۴]۔

کتاب کے مصادر: البوطی نے سیرت کے معروف اور مستند مآخذ پر انحصار کیا ہے۔ جن میں ابن اسحاق، الواقدی، ابن ہشام، ابن سعد، ابن قیم، الطبری، السھیلی کی کتب شامل ہیں۔ مؤلف نے زیادہ تر احادیث مسند احمد، صحاح ستہ اور موطا امام مالک سے نقل کی ہیں کتاب میں عیون الاثر ابن سید الناس اور ابن حجر کی فتح الباری اور الاصابہ سے بھی بہت استفادہ کیا گیا ہے۔

آپ نے دروس سیرت و نتائج میں اپنی رائے کی تائید کے لیے جہاں مختلف احادیث نقل کی ہیں وہاں

۴۱- محمد سعید رمضان البوطی، **فقہ السیرۃ**، طبع دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۳، ص ۱۰

۴۲- ایضاً، ص ۱۲، ۱۳

۴۳- ایضاً، ص ۱۵

۴۴- ایضاً، ص ۸، ۹، ۵۷

المغنی لابن قدامہ، مغنی المحتاج، بدایۃ المجتہد، فتح الباری، احکام القران لابن العربی، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، نیل الاوطار، سبل السلام، تفسیر ابن کثیر، تفسیر الطبری، آپ نہ صرف یہ کہ مستند روایات پر انحصار کرتے ہیں بلکہ بعض کتب کی روایات کو سیرت کی دوسری روایات سے تقابل اور روایات میں تطبیق بھی ذکر کرتے ہیں(۴۵)۔

کتاب کی ترتیب اور اہم موضوعات و دروس درج ذیل ہیں:

باب اول میں تمہیدی مباحث بیان کیے گئے ہیں جن میں مطالعۂ سیرت کے ارتقائی ادوار، فہم سیرت کی اہمیت، سیرت نگاری کا آغاز و ارتقاء، مطالعۂ سیرت کا طریقہ، جزیرۃ العرب میں بعثت نبویؐ کی حکمتیں اور دعوت نبویؐ کے ساتھ سابقہ ادیان کو بیان کیا گیا ہے۔ باب دوم بعثت سے قبل کے اہم حالات و واقعات پر مشتمل ہے اس باب میں ہر واقعہ کے بعد اس کی حکمتیں اور دروس و نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔ باب سوم بعثت سے ہجرت تک کے اہم مضامین پر مشتمل ہے جن میں دعوت کی شروعات، اعلان دعوت مقاطعہ قریش، ہجرت حبشہ، عام الحزن، ہجرت طائف، معراج بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ اور ہجرت رسول جیسے اہم موضوعات اور اس سے اخذ ہونے والے دروس و نتائج تحریر کیے گئے ہیں۔ باب چہارم نو مولود مدنی معاشرہ کی تنظیم وانصرام سے متعلق ہے جس میں مسجد، مواخات، میثاق مدینہ وغیرہ پر بحث کی گئی ہے۔ باب پنجم صلح حدیبیہ سے قبل غزوات پر مشتمل ہے۔ جب کہ باب ششم فتح کے عنوان سے متعلق ہے۔ اس میں صلح حدیبیہ، غزوہ خیبر، غزوہ موتہ، فتح مکہ، غزوہ حنین، تبوک، وفود، حجۃ الوداع جیسے موضوعات شامل ہیں۔ باب ہفتم مرض اور وصال کے عنوان سے ہے اس میں لشکر اسامہؓ، وصال نبوی، ازواج مطہرات، اخلاق و شمائل، زیارت قبر و آداب قبر رسول ﷺ پر بحث کی گئی ہے۔

واقعہ شق صدر کے ذیل میں آپ اس واقعہ کی حکمت کو بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے جسم مبارک میں کوئی غدۂ شر نہیں تھا جس کو نکال کر پھینک دیا گیا۔ اس لیے کہ اگر انسان سے شر صادر ہونے کا سبب کوئی غدہ یا جسم کے کسی گوشے میں پایا جانے والا لوتھڑا ہوتا تو سرجری کے ذریعے برے آدمی کو نیک بنایا جانا ممکن ہوتا۔ آپ کے خیال میں اس عمل کی حکمت یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کا معاملہ مشتہر ہو جائے۔ گویا یہ معنوی تطہیر کا عمل تھا جسے مادی اور حسی شکل میں پیش کیا گیا تا کہ اس کی حیثیت الٰہی اعلان کی ہو جائے جسے لوگ اپنے کانوں سے سن سکیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں(۴۶)۔

۴۵- ایضاً، ص ۲۵۵، ۲۵۶

۴۶- ایضاً، ص ۴۰

قبل از بعثت آپ ﷺ کسب معاش، بکریاں چرانا، عالم شباب میں آپ ﷺ کی خصوصی حفاظت، آپ ﷺ کے نکاح کی حکمتیں، خانہ کعبہ کی تعمیر، غار حرا میں خلوت گزینی کی حکمتیں اور دروس و نتائج کا ذکر کیا ہے۔ غار حرا میں خلوت گزینی سے آپ داعی و مربی کے لیے تبتل اور فکر و تدبر کی ضرورت و اہمیت واضح کرتے ہیں(۴۷)۔ لیے بطور علاج گوشہ نشینی اختیار کی جائے۔ دل میں وجدانی محرکات کو بیدار کرنے کے لیے مختلف وسائل اور تدابیر اختیار کرنے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اسی کو جمہور علماء و محققین کے نزدیک "تصوف" بعض لوگوں کے نزدیک "احسان" اور بعض حضرات مثلاً ابن تیمیہ کے نزدیک "علم السلوک" کہا گیا ہے(۴۸)۔

حلیمہ سعدیہ کے گھر میں پہنچتے ہی گھر کے حالات کی تبدیلی سے متعلق واقعات بیان کرنے کے بعد آپ اس واقعہ سے برکت و توسل کو ثابت کرتے ہیں، مثلاً لکھتے ہیں کہ اگر بارش رک جائے تو نیک لوگوں اور حضرت محمد ﷺ کے اہل بیت کی برکت سے بارش کی دعا مانگیں تو قبول ہو گی اپنے نتائج کی تائید کے لیے جمہور فقہاء کا مسلک ذکر کرتے ہیں نیز ابن حجر، صاحب نیل الاوطار اور ابن قدامہ کی آراء کا ذکر کرتے ہیں(۴۹)۔

اسلامی دعوت کے مراحل

البوطی نے بعثت سے وفات تک اسلامی دعوت کو چار مراحل میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا مرحلہ خفیہ دعوت۔ دوسرا مرحلہ اعلانیہ دعوت۔ تیسرا مرحلہ سرکشوں اور جنگ کا آغاز کرنے والوں کے سامنے اعلانیہ دعوت ہے۔ چوتھا مرحلہ رکاوٹ بننے والوں کے مقابلے میں اعلانیہ جنگ یعنی جہاد سے متعلق ہے۔

ان کے نزدیک پہلا مرحلہ تین سال پر محیط ہے۔ اس مرحلے کے واقعات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ:

۱- دعوت میں حکمت و تدبیر ضروری ہے

۲- اسلامی شریعت دعوت میں لچک کا تقاضا کرتی ہے۔

۳- ہر حالت میں اسلام اور مسلمانوں کا مفاد پیش نظر رکھنا چاہیے۔

اس بحث کی تائید میں وہ فقہاء کی آراء کو بھی ذکر فرماتے ہیں کہ جمہور فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی موقع پر مسلمانوں کی تعداد اتنی قلیل ہو یا آلات حرب اتنے ناکافی ہوں کہ غالب گمان شکست کا

۴۷- ایضاً، ص ۴۲-۵۵

۴۸- ایضاً، ص ۵۶، ۵۷

۴۹- ایضاً، ص ۳۹

ہوتو اس صورت میں حفاظت جان کو مقدم رکھنا ضروری ہے۔

مؤلف نے امام عز بن عبد السلام کی رائے بھی نقل کی ہے جو اس قسم کے جہاد میں مشغول ہونے کو حرام قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر دشمن کو نقصان پہنچا ناممکن نہ ہوتو پسپائی اختیار کرنا واجب ہے اس لیے کہ ثابت قدم رہنے سے جانوں کا ضیاع ہے اور اس صورت میں کفار کے دل ٹھنڈے ہوں گے اور مسلمانوں کو ذلت کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ ایسے موقع پر ثابت قدمی سرا سر فساد ہے۔ حفاظت جان کو مقدم رکھنا در اصل حفاظت دین ہے کیوں کہ مسلمانوں کی ہلاکت دین ہی کا نقصان ہے۔ انہوں نے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ اگر اعلان یا قتال کی وجہ سے دعوت کو نقصان پہنچتا ہوتو رازداری یا صلح واجب ہے[۵۰]۔

دعوت کا دوسرا مرحلہ صرف زبانی دعوت کا تھاجو ہجرت تک جاری رہا۔ اس بحث سے آپ نے کئی اہم مسائل کا استنباط کیا ہے۔ آپ نے دعوت کے تین درجات بیان کیے ہیں۔

ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کا ذمہ دار ہو۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے اہل وعیال اور رشتہ داروں کا ذمہ دار ہو۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ اپنے شہر اور ملک وقوم کا ذمہ دار ہو۔

پہلی ذمہ داری میں ہر مکلّف دوسری ذمہ داری میں ہر سربراہ خاندان اور تیسری ذمہ داری میں علماء و حکام شریک ہیں[۵۱]۔

ہجرت حبشہ کے دروس فقہ میں لکھتے ہیں کہ عقیدے کی حفاظت کے لیے وطن اور جائیداد کو قربان کیا جاسکتا ہے[۵۲]۔

حبشہ کی ہجرت سے سید نا محمدﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے درمیان تعلق کی حقیقت واضح ہوتی ہے[۵۳]۔ مشروط طور پر غیر مسلموں کی پناہ حاصل کی جاسکتی ہے[۵۴]۔

دعوت کا تیسرا مرحلہ دفاعی جنگ سے متعلق ہے جس میں مؤلف نے غزوہ بدر، احد اور یہود کے ساتھ غزوات، بنی المصطلق، واقعہ افک، غزوہ خندق، غزوہ بنی قریظہ کو شامل کیا ہے۔

دعوت کا چوتھا مرحلہ اقدامی جہاد کا ہے جو کہ صلح حدیبیہ کے بعد شروع ہوتا ہے۔ یہ اعلانیہ دعوت، مشرکین، ملحدین اور ان تمام لوگوں کے ساتھ جنگ ہے جنھوں نے راہ دعوت میں رکاوٹ کھڑی کی اور دعوت

۵۰- ایضاً، ص ٦٩

۵۱- ایضاً، ص ۴۷

۵۲- ایضاً، ص ۹۴

۵۳- ایضاً، ص ۹٦

۵۴- ایضاً، ص ۹۷

کے باوجود اسلام قبول نہیں کیا (۵۵)۔

غزوہ بدر کے ذیل میں آپ نے قیدیوں کے رہا کرنے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ اس کے نتائج و دروس میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بھی اجتہاد کرتے تھے۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ بھی ان معاملات میں جن میں وحی نہیں آتی اجتہاد فرماتے تھے۔ پھر یہ کہ آپ ﷺ کے اجتہاد میں بھی غلطی کا امکان موجود ہے۔ البتہ آپ ﷺ کے اجتہاد کی عدم مناسبت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصلاح کر دی جاتی تھی، اس کی تائید میں آپ نے شارح اللمع، ابو اسحاق شیرازی، اسنوی (المنہاج) آمدی ابن الحاجب اور حنابلہ و اصحاب الحدیث کے مسلک کو تائید کے لیے نقل کیا ہے (۵۶)۔

واقعہ ہجرت سے مؤلف نے یہ استنباط کیا ہے کہ ''دارالحرب سے دارالاسلام کی جانب ہجرت واجب ہے۔ قرطبی و ابن العربی کے حوالے تائید کے لیے نقل کیے ہیں'' ہجرت نبی ﷺ کے زمانے میں فرض تھی اور اس کی فرضیت قیامت تک باقی ہے۔ جس ہجرت کی فرضیت فتح مکہ کے بعد ختم ہو گئی ہے اس سے مراد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضری ہے۔ اگر کوئی شخص دارالحرب میں ٹھہرا رہے گا تو وہ گنہ گار ہو گا'' پھر لکھتے ہیں کہ یہاں دارالحرب سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں مسلمان کے لیے اسلامی شعائر مثلاً نماز، روزہ، جماعت، اذان اور دیگر ظاہری احکام پر عمل کرنا ممکن نہ ہو۔ اس رائے پر قرآن کی آیات

''إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَٰئِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا (۵۷) کو پیش کرتے ہیں (۵۸)۔

بنو قینقاع کے بازار میں ایک عورت کے پردہ دری کے واقعہ کے ضمن میں مسلمان عورت کا حجاب اور اس کی حدود کا ذکر کرتے ہیں۔ اس سے یہ مستنبط کرتے ہیں کہ پردہ جو اسلام میں عورت کے لیے مشروع ہے اس میں چہرہ بھی شامل ہے اپنی اس رائے کی تائید میں بالخصوص صحیحین، ابوداؤد اور ترمذی کی کئی احادیث پیش کرتے ہیں (۵۹)۔

فقہ السیرۃ (عربی)، (محمد الغزالی)

غزالی نے سیرت کو محض تاریخی طور پر نقل نہیں کیا بلکہ آپ کا زیادہ تر کام سیرت سے استفادے کے

۵۵- ایضاً، ص ۶۷

۵۶- ایضاً، ص ۱۷۷

۵۷- النساء: ۹۷، ۹۹

۵۸- فقہ السیرہ، ص ۱۳۶

۵۹- ایضاً، ص ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲

طور پر سامنے آیا ہے۔ چنانچہ وہ کتاب کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں'' میں نے جن تحریروں میں عقائدواخلاق وکردار اور معاملات وغیرہ پر اظہار خیال کیا ہے ان میں بھی بنیادی طور پر نبی اکرم ﷺ کی سیرت کو بنیاد بنایا ہے۔ کتاب کے حرف آخر کے طور پر الغزالی لکھتے ہیں کہ یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ ولادت با سعادت سے وفات تک کے واقعات پڑھ لینا حیات محمد ﷺ کا پڑھ لینا ہے۔ سیرت کا گہرا ادراک اور حقیقی فہم قرآن کریم اور سنت مطہرہ کے مطالعہ ہی سے پیدا ہوسکتا ہے[۶۰]۔ آپ لکھتے ہیں کہ

> '' میں نے سیرت کے تفصیلی واقعات کو ایک مربوط موضوع بنا دیا ہے[۶۱]۔ آپ نے قرآن مجید سے سیرت مصدر اول کے طور پر استفادہ کیا ہے، کتب حدیث میں صحاح ستہ، امام حاکم کی مستدرک، امام طحاوی اور ذھبی کی کتب سے بھی استفادہ کیا ہے۔ کتب سیرت میں سیرت ابن ہشام، کتاب المغازی للواقدی، طبقات ابن سعد، البدایہ و النھایۃ لا بن کثیر آپ کے پیش نظر رہی ہیں تا ہم زیادہ روایات سیرت ابن ہشام، ابن سعد اور ابن کثیر سے لی گئی ہیں۔ مؤلف نے روایات حدیث میں ضعیف احادیث سے بھی استدلال کیا ہے بالخصوص ایسی روایات جو سنداً ضعیف ہوں لیکن متناً کسی عام اصول یا متن قرآنی سے ثابت ہوں، مؤلف نے اس سے احتجاج میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا[۶۲] آپ لکھتے ہیں کہ'' روایات کی تصحیح وتضعیف خود علماء سنت کے مابین مختلف فیہ امر ہے۔ اصول عامہ یا قواعد وغیرہ کی بنیاد پر تصحیح وتضعیف حدیث میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ مثلاً کسی حدیث کا متن قرآن سے ثابت ہوتو اس کو لینے میں کیا حرج ہے''[۶۳]۔

غزالی کا فقہ سیرت میں نہایت اہم اور مفید علمی اسلوب یہ ہے کہ آپ سیرت کے واقعات کو بیک وقت تین جہات میں سموتے ہیں۔ ایک طرف معاشرہ میں رائج اچھے اور قبیح طریقوں کا ذکر کرتے ہیں پھر اچھے طرق کی تائید میں سیرت و حدیث اور قرآن کی آیات ذکر کرتے ہیں اور بُرے وقبیح طریقوں کا رد کرتے

۶۰- محمد الغزالی، فقہ السیرۃ، ص ۵۰۸

۶۱- ایضاً، ص ۴،۵

۶۲- ایضاً، ص ۱۰

۶۳- ایضاً، ص ۱۲،۱۳

ہیں۔ یوں آپ کی تحریر معاشرہ، سیرت اوراس کی تطبیق پر مشتمل ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک جگہ آپ بعض لوگوں کے اس رویے کا رد کرتے ہیں کہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ عورت کو محض گھر کی چار دیواری تک محدود ہونا چاہئے۔ نہ وہ کسی کو دیکھ سکتی ہے اور نہ اسے کوئی دیکھ سکتا اور یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی زوجہ کے لیے یہ نا پسند فرمایا تھا کہ وہ نا بینا صحابی عبد اللہ بن مکتوم کو دیکھیں (۶۴)۔

اس نقطہ نظر کے رد میں آپ عہد نبوی میں خواتین کی سرگرمیوں سے متعلق واقعات نقل کرتے ہیں کہ عورتیں نیک مقاصد کے لیے گھر سے باہر نکلتیں تھیں، جنگوں میں حصہ لیتیں تھیں، زخمیوں کا علاج کرتیں تھیں، اور سفر بھی کرتیں تھیں۔ مذکورہ بالا مسئلے یعنی خواتین کو گھروں میں گوشہ نشین کرنے سے متعلق بھی آپ نے روایات سیرت سے استنباط کیا ہے (۶۵)۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْکُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِکُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْیَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا (۶۶) سے استنباط کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ عورتوں کو معاشرے سے کاٹ کر گھر کے اندر بند کر دینا درست نہیں اور قرآن نے یہ حکم تو ان عورتوں کے لیے سزا کے طور پر دیا ہے جو برائی کی مرتکب ہوں۔

خوارق عادات: خوارق عادات کے عنوان کے تحت آپ نے معاشرے کی موجودہ روش کا ذکر کیا ہے جس کے مطابق لوگ خرق عادت کو کرامت و بزرگی کی بنیاد قرار دیتے ہیں، صالحین سے خرق عادت چیزوں (کرامتوں) کی نسبت، مسلمانوں میں ایک وبا کی طرح پھیل گئی ہے۔ اس کے بعد آپ اسوہ رسول ﷺ کا ذکر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے ارادے کی تکمیل کے لیے اپنی تمام ذہنی و مادی صلاحیت صرف کرتے اور جدو جہد فرماتے تھے، آپ نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ آپ بیٹھے رہیں گے اور آسمان آپ کے لیے کوشش کرے گا۔ آپ ﷺ نے لڑائی بھی کی صلح بھی کی، جیتے بھی، ہارے بھی مشقت اٹھائی قربانیاں دیں، آپ کے دندان بھی شہید ہوئے۔ وہ موجودہ مسلمانوں کی فکری پستی دور کرنے کے لیے سیرت کی مثالوں کو ان کے حالات سے تطبیق دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج کے مسلمان کرامتوں کے منتظر ہیں وہ بھی ایسی دنیا میں جو انھیں نیست و نابود کر دینے کے لیے اپنے دانت تیز کر چکی ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ انسانی زندگی میں قوانین فطرت کے باجود اورتمام تر ضروری اسباب کے باوجود بعض

۶۴- ایضاً، ص ۴۴

۶۵- ایضاً، ص ۴۵، ۴۶

۶۶- النساء: ۱۵

قبائل نے آپ ﷺ کو دھوکہ دیا۔ صحابہ کی ایک جماعت کو بئر معونہ میں دھوکے سے قتل کر ڈالا۔ یہ لوگ جو غداری کا شکار ہوئے اللہ کے انتہائی محبوب تھے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کسی کو یہ موقع نہیں دیا کہ وہ بغیر پر کے اڑ جاتا یا اس انجام سے بچ جاتا جیسا کہ آج کل کے پسماندہ ذہن مسلمان سمجھنے لگے ہیں۔ اپنے عنوان کی تائید میں سیرت کے واقعات کے ساتھ ساتھ آپ قرآن مجید سے استنباط فرماتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سبق فیصلہ کن انداز میں پہلے ہی سکھا دیا تھا کہ لوگ کسی معرکہ میں قدرت کی جانبداری کی توقع نہ کر بیٹھیں۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ (۶۷)

غیر فطری ماحول اور مصنوعی زندگی کے ضرر و فساد سے متعلق رسول اکرم ﷺ کی پروش کے واقعات کے ضمن میں آپ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو دیہات کے ماحول میں پرورش کے لیے بھیجا گیا۔ دیہات کے فطری ماحول میں بچوں کی نشو نما، جسم کی پرورش و پرداخت اور ذہن وشعور کی بالیدگی کے لیے زیادہ معاون ہے، یہ تو ہماری بدنصیبی ہے کہ ہمارے بچے ایک دوسرے سے ملے ہوئے تنگ فلیٹوں میں زندگی گزار دیں جو دلوں کی طرح ان میں رہنے والوں کو بند کر لیتے ہوں اور صاف ہوا سے بھرپور گہری سانسیں لینے سے محروم کر دیتے ہوں۔ بلا شبہ جدید تہذیب کے ساتھ اعصاب میں جو کشیدگی پیدا ہوئی ہے اس میں دیگر اسباب کے ساتھ فطرت سے دوری اور مصنوعی زندگی بھی ہے۔ بچپن میں آپ کی پر مشقت زندگی کے واقعات ذکر کرنے کے بعد یہ نتائج نکالتے ہیں کہ کائنات اور ماورائے کائنات سے متعلق علوم و حقائق انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں بغیر دانشمندانہ تیاری کے اچانک نہیں ابل پڑتے۔ بلکہ اس کے پیچھے طویل فکری وعملی تربیت کارفرما ہوتی ہے (۶۸)۔

واقعہ حلف الفضول کا ذکر کرکے آپ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد مسلمان کا ایک مستقل کردار ہے۔ دوسری طرف عاصی بن وائل (جس کے ظلم کی بنا پر حلف الفضول کیا گیا تھا) بھی معاشرے کا ایک مستقل کردار رہے۔ جو لوگ اس ظالمانہ کردار کے خلاف مددگار بنیں گے وہی لوگ سب سے

۶۷- النساء:۱۰۲، الغزالی، ص ۴۶، ۵۰، ۵۱

۶۸- ایضاً، ۵۸، ۶۳

زیادہ نبی اکرم ﷺ کی قربت کے حق دار ہیں (۶۹)۔

ہجرت کی بحث سے مؤلف یہ نتائج اخذ کرتے ہیں کہ امت مسلمہ کے لیے اپنے فرض کی ادائیگی کے لیے بھرپور تیاری کی ضرورت ہے۔ خدائی تائید کے استحقاق کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اسباب اور وسائل اختیار کرنے میں ذرا بھی کوتاہی کی جائے۔ جب کہ آپ ﷺ نے ہجرت کا مضبوط منصوبہ بنایااور ہرقسم کے امکانات کو مدنظر رکھ کر تیاری فرمائی، محض قسمت کے بھروسے پر کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ سفر کے لیے زادراہ، سواریاں، امانتوں کی سپردگی، ماہر گائڈ،انتہائی رازداری، یہ تمام وہ ضروری تدابیر تھیں جو آپ ﷺ نے اختیار فرمائیں۔ یہی مومن کی شان ہے کہ وہ تمام اسباب و وسائل کو اختیار کرتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے کیوں کہ کوئی بھی ذمہ داری اللہ کی تائید کے بغیر انجام پذیر نہیں ہوسکتی (۷۰)۔

مدنی معاشرے کے قیام اور اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے اقدامات سے مؤلف اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ معاشرے کی اٹھان کی تین بنیادیں ہیں۔

۱۔امت کا تعلق مع اللہ۔ ۲-امت کے افراد کا ایک دوسرے سے باہمی تعلق۔۳-امت کا تعلق غیر مسلموں کے ساتھ (۷۱) پہلی بنیاد کے قیام کے لیے نبی اکرم ﷺ نے ابتداء میں مسجد کی تعمیر فرمادی تا کہ اس سے اسلامی شعائراور عبادات کا نظام قائم ہو (۷۲)۔ دوسری بنیاد اخوت ہے جس کے لیے آپ ﷺ نے مہاجرین کو انصار کا بھائی بنادیا اور تعصب کے راستے میں رکاوٹ کھڑی کر دی (۷۳)۔تیسری بنیاد بین الاقوامی تعلقات ہیں۔

چونکہ یہ امت عالمی ہے اس لیے تمام عالم میں دیگر اقوام کے ساتھ ان کے تعلقات بھی ہوں گے اس کے لیے آپ ﷺ نے ان لوگوں سے جو اسلام نہیں لائے، اس وقت کے تعصب و تنگ نظری سے پر ماحول کے باوجود رواداری و کشادہ دلی پرمبنی معاہدے قائم فرمائے (۷۴)۔

چھٹا باب غزوات سے متعلق ہے مؤلف نے اس باب کا عنوان الکفاح الدامی (خونریز جدوجہد) رکھا

۶۹- ایضاً، ص۷۵- ۷۶

۷۰- ایضاً، ص ۱۶۸، ۱۶۹

۷۱- ایضاً، ص ۱۸۸

۷۲- ایضاً، ص ۱۸۹

۷۳- ایضاً، ص ۱۹۱، ۱۹۲

۷۴- ایضاً، ص۱۹۵، ۱۹۶

ہے۔ غزوات النبی ﷺ سے مؤلف نے جو نتائج اخذ کیے ہیں ان میں چند اہم درج ذیل ہیں۔ مثلاً آپ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو یہ سبق مل چکا تھا کہ کمزوری ذلت و آزمائش تک پہنچا دیتی ہے۔ موجودہ دور میں امت مسلمہ کے حالات بھی اسی زمانہ کے حالات کی طرح ہیں ۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں اسلام اور اس کے ماننے والوں کے وجود کو فنا کرنے کے لیے مختلف طاقتیں گٹھ جوڑ نہ کرتی ہوں یہی صورت اسلام کے آغاز میں ہجرت سے پہلے اور اس کے بعد بھی درپیش تھی۔ سیرت کے ان واقعات سے گویا آپ یہ سبق دینا چاہتے ہیں کہ ایسے حالات میں اپنی طاقت کو منظم نہ کرنا اپنے آپ کو ختم کر دینے اور اسلام کو اپنے ہاتھوں کمزور کرنے والی بات ہو گی(۷۵)۔

غزوہ احد کے واقعات کے ذیل میں مؤلف لکھتے ہیں کہ کسی بھی دعوت و تحریک کے پھیلاؤ اور کامیابی کے وقت اس میں مخلص اور غیر مخلص دونوں طرح کے لوگ شامل ہو جاتے ہیں۔ یہ بات دعوت کے حق میں فائدہ مند ہوتی ہے کہ اس کو ایسے شدید جھٹکے لگیں جس سے مخلص اور غیر مخلص الگ الگ ہو جائیں(۷۶)۔

اس غزوہ کی حکمت بھی قرآن نے یوں بیان فرمائی ہے: "مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ(۷۷)

غزوہ بنی قریظہ میں پہنچ کر نماز عصر ادا کرنے کے حکم نبوی، پھر صحابہ کرام کے دو مختلف نقطہ نظر، یعنی بعض کا وقت کی تنگی کے پیش نظر راستے میں نماز ادا کرنا اور بعض دوسروں کا جگہ پر پہنچ کر نماز ادا کرنا، آپ ﷺ کا کسی ایک جماعت کو بھی سرزنش نہ کرنے کے واقعہ سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ نقطہ ہائے نظر کے اختلاف کے سلسلے ہیں۔ جب تک ان کی بنیاد نیک نیتی کے ساتھ اجتہاد پر ہو، اسلام کو محترم سمجھنے کی ہی دلیل ہے۔ لوگوں کی دو مختلف قسمیں ہیں، ایک وہ جو کسی حکم کے ظاہری الفاظ سے آگے نہیں جاتے، دوسرے وہ جو حکم کی حکمت و مقصد کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر اس کے مطابق عمل کرتے ہیں چاہے وہ ظاہری مفہوم کے خلاف ہو، دونوں طرح کے لیے ایمان اور ثواب کی نیت سفارشی ہوں گی(۷۸)۔

ناقص قیادت: بنو قریظہ کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا اس کا سبب قیادت و سربراہی تھی، قومیں اپنے لیڈروں کی غلطیوں کی بھاری قیمت چکاتی ہیں(۷۹)۔ فتح مکہ سے قبل حضرت حاطبؓ کی غلطی جس میں انھوں

۷۵- ایضاً، ص ۲۲۳

۷۶- ایضاً، ص ۲۸۰، ۲۸۱

۷۷- **ال عمران** : ۱۷۹

۷۸- الغزالی، ص ۳۳۶

۷۹- ایضاً، ص ۲۴۲

نے مکہ والوں کو جنگ کی پیشگی اطلاع دینی چاہی تھی سے ثابت کرتے ہیں کہ'' جولوگ ایک طویل عرصہ تک اچھے کام کر چکے ہوں اور ان سے کسی وجہ سے اچانک کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو ان کی پرانی نیکیوں اور فضائل کونہیں بھولنا چاہیے[۸۰] ''امہات المومنین'' کے عنوان کے ذیل میں رسول کریم ﷺ کے تعدد ازواج کو بھی موضوع بنایا ہے اور مغربی مؤلفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات پر بحث کی ہے۔ تعدد ازواج کے بارے میں آپ لکھتے ہیں کہ اگر معاشرے میں مردوں اور عورتوں کا تناسب برابر ہو یا عورتوں کا مردوں کی نسبت کم ہوتو یہ مسئلہ سرے سے پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر عورتوں کا تناسب کسی وجہ سے (مثلاً جنگ میں مردوں کی ہلاکتوں کی بنا پر) زیادہ ہو جاتا ہے تب تین صورتیں رہ جائیں گی۔

الف-بعض خواتین کو شادی سے محروم چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائیں۔ب-گرل فرینڈ کے نام پر عام زنا کی اجازت ہو جائے۔ ج-تعدد ازواج کی اجازت دے دی جائے۔ آپ لکھتے ہیں کہ پہلی دونوں صورتوں کو خود عورتیں مسترد کر دیں گی۔ تب ایک ہی صورت رہ جائے گی کہ اپنی مرضی و اختیار سے کسی مرد کی دوسری بیوی بننا منظور کریں[۸۱]۔

الاساس فی السنة (سعید حوّی)

سعید حوّی کی یہ کتاب ان کے سلسلہ اساس کی ایک کڑی ہے جسے انہوں نے اسلام کے فہم اور اس کی دعوت وتبلیغ اور نشرو اشاعت کے لیے وضع کیا تھا۔ سلسلہ اساس سے آپ مسلمانوں کے لیے کتاب وسنت اور طریقہ کار میں ایسی اساس فراہم کرنا چاہتے تھے جو آپ کے خیال میں عصر حاضر کے مذاق کی رعایت رکھنے کے ساتھ ساتھ اصالت (Orignalty)اور صلاحیت (Strength) بہم رکھتی ہو، اس سلسلہ اساس میں مذکورہ تینوں سلسلوں پر آپ نے لکھا یعنی **الاساس فی التفسیر، الاساس فی السنہ**، (کتاب زیر بحث) اور **الاساس فی قواعد المعروفه و ضوابط الفهم للنصوص** (قواعد تحقیق اور فہم نصوص کے ضوابط)

سلسلہ ''**الاساس فی السنة**'' آپ نے ایک داعیہ اور میر کاروان کے لیے رخت سفر کے طور پر منتخب کی ہے۔ یہ کتاب، صحیح نصوص سنت کا ایک بہترین انتخاب ہے اور صحاح ستہ سمیت سترہ کتب سنت کے مضامین کا احاطہ کرتی ہے۔ آپ نے معاصر کاموں بالخصوص مصطفیٰ السباعی، سعید رمضان البوطی، شیخ غزالی سے بھی استفادہ کیا ہے، سید سلیمان ندوی کے محاضرات سے استفادہ کرتے ہوئے رائج مفاہیم سیرت کا تنقیدی جائزہ بھی پیش کیا ہے۔

۸۰- ایضاً، ص ۴۰۷، ۴۰۸

۸۱- ایضاً، ص ۴۶۶

کتاب کے ابتدائی چھ ابواب جو کہ تین جلدوں پر مشتمل ہیں ''سیرت النبیؐ'' سے متعلق ہیں، اور صاحب کتاب کے بقول''پیغام'' سے قبل پیغامبر کے احوال کے تذکرہ کے طور پر ہیں (۸۲)۔

ان چھ ابواب کے عنوانات درجہ ذیل ہیں:

باب اوّل: ولادت باسعادت تا نبوت تک کے حالات، باب دوم :بعثت سے مدینہ تشریف آوری اور استقرار ریاست تک، باب سوم:استقرار ریاست سے وفات تک، باب چہارم: آپ ﷺ کی صفات و خصاص و شمائل اور باب ششم: متعلقین بارگاہ رسالت یعنی آل بیت، ازواج و اقارب، اولاد و اصحاب سے متعلق ہے۔

کتاب کے حصہ سیرۃ میں مؤلف نے سن وار واقعات و احداث کا جائزہ پیش کرنے کے ساتھ کہیں کہیں ان سے مستنبط دروس و عبر اور فقہیات کا جائزہ پیش کیا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے شروح حدیث، اصحاب سیر ومغازی اور معاون تفسیری، فقہی، عقائدی، لٹریچر سے استفادہ کیا ہے (۸۳)۔

''الاساس'' بہت سی خوبیوں پر مشتمل ہے تا ہم اپنے تمام محاسن کے باوصف اس میں فقہ السیر ہ پر کوئی مبسوط مواد موضوعی شکل میں موجود نہیں اور شاید یہ مؤلف کے پیش نظر بھی نہ تھا۔ بہر حال جزوی استنباطات اور فروعی نکات اس میں ایسے ہیں جو سیرۃ کے طالبعلم کو کسی نکتہ پر کام میں انگیخت پیدا کر سکتے ہیں جس کی چند ایک مثالیں حسب ذیل ہیں۔ آپ نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ کسی ایک مسئلے سے متعلق چیز چاہے سنت سے ہو یا سیرۃ سے، کو مستقل دلیل نہیں بنایا جا سکتا جب تک کہ اس کے متعلقات و سیاق کا مکمل جائزہ نہ لے لیا جائے۔ آپ کہتے ہیں کہ سیرت رسول اکرم ﷺ کے افعال و اقوال اور تقریرات کو شامل ہے۔ تاہم سارے افعال و اقوال تشریعی نوعیت کے نہیں، اسی تناظر میں وہ کہتے ہیں کہ ''نبی اکرم ﷺ نے اسلامی ریاست قائم فرمائی، بعض نا پختہ ذہنوں نے ایسی ریاست کے قیام کی ایک ترتیب ذہن میں یہ بٹھا لی کہ سب سے پہلے غیر مزاحمتی دعوتی تحریک کا قیام عمل میں لایا جائے گا بعد ازاں خلفاء و انصار اور جتھہ بندی پھر ہجرت اور یوں واقعات کی اس ساری ترتیب کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ جن کو آپ ﷺ نے اختیار فرمایا تھا''(۸۴)۔ یہودی کعب بن الاشرف، قتل کو مؤلف نے'' ناگزیر سیاسی اقدام قتل'' قرار دیا ہے۔

آپ نے دستور مدینہ کی ایک شق کے ضمن میں فقہ التحالف کی تعبیر استعمال کی ہے۔ آپ کے خیال میں معاصر اسلوبی تحریکوں کو فقہ تحالف سے واقفیت پیدا کرنا ضروری ہے، وثیقہ کے دفعہ ''و أن یھود نبی عوف أمة مع المؤمنین'' کے تحت لکھتے ہیں کہ مسلمان اور غیر مسلم ایک سیاسی وحدت بن سکتے ہیں اور ایک

۸۲- سعید حوی، **الاساس فی السنة**، ص ۳۲

۸۳- مثلاً ایضاً، ج ۱، ص ۲۸

۸۴- ایضاً، ج ۱، ص ۱۳۰- ۱۳۱

ملک میں بسنے والے مختلف مذاہب کے پیروکار ایک امت کہلائے جا سکتے ہیں[(۸۵)]۔

بعثت نبویؐ سے مدینہ کی اسلامی ریاست تک کے عرصہ کے غیر مزاحمتی اور خاموش دعوتی تحریک کے اہم دروس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسلم تحریکوں اور مسلمان قوتوں کو نا مساعد حالات میں اپنی عددی قوت کی حفاظت کرنا ضروری ہے آج کے تناظر میں دعوت اسلام کے انتشار کے لیے بین الاقوامی قوانین سے بھرپور استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ ایسے اقدامات سے گریز کیا جانا چاہئے جو مسلمانوں کی عددی یا عسکری قوت کو کمزور کرنے پر منتج ہوتے ہوں[(۸۶)]۔

محمد رسول اللہ ﷺ (ڈاکٹر محمد حمید اللہ)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی یہ تالیف اردو میں تقریباً اڑھائی سوصفحات اور پندرہ ابواب پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے اس کتاب میں سیرت رسول اکرم ﷺ کو مختلف نتائج و مقاصد کے ساتھ جوڑا ہے۔ حتیٰ کہ سیرت کے جو واقعات بیان کیے ہیں ان پر وہ عناوین قائم کیے ہیں جو کہ در اصل ان واقعات سے مستنبط شدہ نتائج ہیں یا پھر رسول ﷺ کے ان امور کے جو مقاصد و حکمتیں ہیں، انہی کو باب یا فصل کا عنوان بنایا ہے۔ یوں اخذ کردہ تمام فقہی نتائج و دروس مؤلف کے عناوین میں سمو دیے گئے ہیں۔

پہلے باب میں آپ ﷺ کے تجارتی حالات و اسفار کے بعض واقعات سے بعد از بعثت کے بعض امور کی شرح یا سوالات کے حل تلاش کیے گئے ہیں۔ مثلاً عرب کے بین الاقوامی تجارتی میلوں میں آپ کی شرکت کا ذکر کیا گیا ہے جن میں ایک میلہ ''دبا'' میں منعقد ہوا تھا جو عرب کی دو بڑی بندرگاہوں میں سے ایک ہے۔ اس میلے میں سندھ، ہند اور چین کے تاجر آتے تھے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اگر رسول ﷺ نے ظہور اسلام سے قبل اس تجارتی میلہ (منڈی) میں شرکت کی ہے، جیسا کہ ابن حنبل کی روایت سے ظاہر ہے تو ابن ہشام کی بیان کردہ ایک اور حدیث ہمیں بخوبی سمجھ میں آ جاتی ہے، وہ یہ کہ جب یمن کا قبیلہ بلحارث کا ایک وفد مدینہ منورہ میں رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ قبول اسلام کا اعلان کرے تو حضور ﷺ نے ان کی بابت پوچھا ''یہ کون لوگ ہیں جو وضع وقطع سے ہندی (رجال الہند) نظر آتے ہیں''۔

جوانی میں'' دبا '' کے سفر کو بعد از بعثت ایک واقعہ سے جوڑ کر نتیجہ نکالا ہے کہ آپ ﷺ کو قبیلہ ابو القیس کے ملک وقوم کے متعلق اتنی زیادہ معلومات تھیں کہ ابن حنبل کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے جب قبیلہ ابو القیس کے وفد کے سامنے اس کا اظہار کیا تو وہ لوگ ششدر رہ گئے اور پکار اٹھے کہ آپ تو ہم

۸۵- ایضاً، ج ۱، ص ۴۰۷-۴۰۸

۸۶- ایضاً، ص ۱-۱۹۱

سے بہتر ہمارے ملک کو جانتے ہیں[۸۷] ایک اور حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ان تجارتی بازاروں میں چینی تاجر بھی آتے تھے ممکن ہے کہ ان کی صنعت و حرفت نے آپ کو متاثر کیا ہو کیوں کہ '' علم حاصل کرو خواہ اس کے لیے چین ہی کیوں نہ جانا پڑے'' شاید اسی تاثر کا اظہار ہے[۸۸]۔

غار حرا میں پہلی وحی اترنے کے واقعہ پر عنوان قائم کیا ہے۔''اللہ کا جدید ترین منشور'' پہلی وحی کی تاریخ کو سن عیسوی کے حساب سے بھی واضح کیا ہے یعنی ۲۲/دسمبر ۶۰۹ء (دسمبر کی ایک سرد رات)[۸۹] چوں کہ پہلی وحی ایک نئے دین کی ابتداء ہے اس لیے مؤلف نے یہاں مختلف ادیان کا تعارف اور دین محمدی کے ان ادیان سے تعلق کو بیان کیا ہے اور 'نیا دین کیوں' کے عنوان سے دین اسلام کی ضرورت کو واضح کیا ہے[۹۰]۔

تیسرے باب میں رسول اکرم ﷺ کی شریعت کے متعلق بنیادی عقیدہ کا ذکر ہے، جس میں پیغمبر پر ایمان اور نماز، دو اہم ترین موضوعات کو عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے[۹۱] اس کے بعد اگلے باب میں تبلیغ اسلام اور اس کے نتائج بیان کیے گئے ہیں[۹۲] پانچویں باب یثرب مدینۃ النبیؐ میں ہجرت مدینہ کے بعد' مہاجرین کی آباد کاری' کا عنوان قائم کیا گیا ہے جو کہ در اصل مواخات مدینہ کے مقاصد و حکمتوں میں سے ایک اہم مقصد و حکمت ہے۔ اس عنوان کے ذیل میں مواخات کا ذکر کیا گیا ہے[۹۳]۔ مدنی ریاست کے عنوان سے دستور مدینہ کی بحث کی گئی ہے اس لیے کہ اس دستور کا مقصد ایک ریاست کا وجود عمل میں لانا اور اس کے نظم و نسق سے متعلق تھا[۹۴]۔ میثاق مدینہ کے بعد مدینہ کے آس پاس کے قبائل کے ساتھ دوستانہ معاہدات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان معاہدات کا اہم ترین مقصد مدینہ کے دفاع کو قائم کرنا تھا۔ چنانچہ مؤلف نے ان معاہدات کو'' دفاعی معاہدے'' کے عنوان سے بیان کیا ہے[۹۵]۔ اس عنوان کے آخر میں دوستی کے

۸۷- ڈاکٹر محمد حمید اللہ، **محمد رسول اللہؐ**، نئی دہلی ،طبع اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۳،ص ۲۰

۸۸- ایضاً،ص ۱۹- ۲۰

۸۹- ایضاً،ص ۳۳

۹۰- ایضاً،ص ۳۶ -۵۰

۹۱- ایضاً،ص ۵۱- ۶۱

۹۲- ایضاً ص ۶۲-۸۲

۹۳- ایضاً،ص ۹۵

۹۴- ایضاً،ص ۹۷

۹۵- ایضاً،ص ۱۰۳

[illegible] آپ ﷺ نے ان کے ذریعہ کفار مکہ پر اقتصادی
[illegible] جواز کے دلائل بھی ذکر کیے ہیں[۹۶]۔ چھٹے باب میں
[illegible] کی طرف سے جو زد پڑی اس کا ذکر کیا ہے۔ مکہ میں قحط کی
[illegible] سردار کی بیٹی سے رسول ﷺ کے نکاح کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے
[illegible] اچھے تعلقات کے خواہاں تھے۔ اس کے بعد صلح حدیبیہ کا ذکر کیا گیا ہے
[illegible] کے دو اہم مقاصد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پہلا مقصد قیام امن تھا اور دوسرا
[illegible] کی کسی فریق کے ساتھ جنگ کی صورت میں قریش مکہ غیر جانبدار رہیں[۹۷]۔ پھر صلح
[illegible] اور نتائج پر تفصیلی بحث کی گئی ہے[۹۸]۔

[illegible] مؤلف نے مالیاتی اصطلاحات کے عنوان کے ذیل میں بعض اصطلاحات کی فقہیات بھی بیان کیں ہیں مثلاً، صدقات و خیرات، مختلف اشیا زکوٰۃ، مصارف زکوٰۃ[۹۹] گویا یہ عنوان فقہ الزکوٰۃ سے متعلق ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کو تکمیل دین کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے[۱۰۰]۔ اس میں فقہ الحج پر بھی بحث کی گئی ہے۔ ساتواں باب عرب قبائل سے تعلقات کے عنوان سے ہے، اس میں رسول ﷺ کی ریاستی پالیسی کی دفاعی و بین الاقوامی حکمت عملی کی طرف اشارہ ہے کہ مدینہ کے آس پاس قبائل کے حلیفوں کے بعد جودیگر عرب قبائل تھے ان میں اہم ترین بنوسلیم و ہوازن، غطفان اور عامر، (محارب) تھے جنہیں ''اثافی العرب'' سے پکارا جاتا تھا۔ ان سے تعلقات کا ذکر کیا گیا ہے[۱۰۱]۔ آٹھویں باب میں یہود سے تعلقات کا ذکر ہے۔ کتاب کے نویں باب میں معلوم دنیا کی بڑی قوتوں بازنطین، وفارس نیز عرب میں ان کی باج گزار اقوام و علاقوں سے تعلقات کی بحث ہے۔ اس باب میں ہندوستان، ترکمانستان اور چین کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ کیا رسول ﷺ کے ان علاقوں سے کوئی تعلقات تھے؟ اس ضمن میں وضاحت کے لیے آپ ﷺ کی طرف منسوب بعض روایتوں سے بھی استفادہ کیا گیا[۱۰۲]۔ کتاب کا دسواں باب عہد جاہلی کے ریاستی نظم ونسق، عہد نبوی کے ریاستی نظم ونسق اور

۹۶- ایضاً، ص ۱۰۵

۹۷- ایضاً، ص ۱۱۰

۹۸- ملاحظہ ہوں، ایضاً، ص، ۱۱۱-۱۱۴

۹۹- ایضاً، ص ۱۱۹-۱۲۲

۱۰۰- ایضاً، ص ۱۲۳

۱۰۱- ایضاً، ص ۱۳۴-۱۳۵

۱۰۲- ایضاً، ص ۱۶۲-۱۶۴

ان معاہدات کے فوائد میں ایک اہم فائدے کا ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے ذریعہ کفار مکہ پر اقتصادی دباؤ ڈالا یہاں آپ مکہ کے تجارتی قافلوں کو لوٹنے کے جواز کے دلائل بھی ذکر کیے ہیں(۹۶)۔ چھٹے باب میں مؤلف نے مکہ کی تجارت و معیشت پر مسلمانوں کی طرف سے جو زد پڑی اس کا ذکر کیا ہے۔ مکہ میں قحط کی مصیبت میں اہل مکہ کی مدد کی گئی، مکہ کے سردار کی بیٹی سے رسول ﷺ کے نکاح کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے نتیجہ نکالا گیا ہے کہ آپ اہل مکہ سے اچھے تعلقات کے خواہاں تھے۔ اس کے بعد صلح حدیبیہ کا ذکر کیا گیا ہے اس ذکر سے قبل صلح حدیبیہ کے دو اہم مقاصد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پہلا مقصد قیام امن تھا اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کی کسی فریق کے ساتھ جنگ کی صورت میں قریش مکہ غیر جانبدار رہیں(۹۷)۔ پھر صلح حدیبیہ کے مقاصد اور نتائج پر تفصیلی بحث کی گئی ہے(۹۸)۔

مؤلف نے مالیاتی اصطلاحات کے عنوان کے ذیل میں بعض اصطلاحات کی فقہیات بھی بیان کیں ہیں مثلاً، صدقات و خیرات، مختلف اشیا زکوٰۃ، مصارف زکوٰۃ(۹۹) گویا یہ عنوان فقہ الزکوٰۃ سے متعلق ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کو تکمیل دین کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے(۱۰۰)۔ اس میں فقہ الحج پر بھی بحث کی گئی ہے۔ ساتواں باب عرب قبائل سے تعلقات کے عنوان سے ہے، اس میں رسول ﷺ کی ریاستی پالیسی کی دفاعی و بین الاقوامی حکمت عملی کی طرف اشارہ ہے کہ مدینہ کے آس پاس قبائل کے حلیفوں کے بعد جو دیگر عرب قبائل تھے ان میں اہم ترین بنوسلیم و ہوازن، غطفان اور عامر، (محارب) تھے جنہیں ''اثافی العرب'' سے پکارا جاتا تھا۔ ان سے تعلقات کا ذکر کیا گیا ہے(۱۰۱)۔ آٹھویں باب میں یہود سے تعلقات کا ذکر ہے۔ کتاب کے نویں باب میں معلوم دنیا کی بڑی قوتوں بازنطین، وفارس نیز عرب میں ان کی باج گزار اقوام و علاقوں سے تعلقات کی بحث ہے۔ اس باب میں ہندوستان، ترکمانستان اور چین کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ کیا رسول ﷺ کے ان علاقوں سے کوئی تعلقات تھے؟ اس ضمن میں وضاحت کے لیے آپ ﷺ کی طرف منسوب بعض روایتوں سے بھی استفادہ کیا گیا(۱۰۲)۔ کتاب کا دسواں باب عہد جاہلی کے ریاستی نظم ونسق، عہد نبوی کے ریاستی نظم ونسق اور

۹۶- ایضاً، ص ۱۰۵

۹۷- ایضاً، ص ۱۱۰

۹۸- ملاحظہ ہوں، ایضاً، ص، ۱۱۱-۱۱۴

۹۹- ایضاً، ص ۱۱۹-۱۲۲

۱۰۰- ایضاً، ص ۱۲۳

۱۰۱- ایضاً، ص ۱۳۴-۱۳۵

۱۰۲- ایضاً، ص ۱۶۲-۱۶۴

کے نقطہ نگاہ سے ثابت نہیں ہوتیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ ''ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ اور واقدی نے بعض روایات نقل کی ہیں جن سے حضرت نعیم بن مسعود الغطفانی کے کردار پر روشنی پڑتی ہے کہ انہوں نے رسول ﷺ کے مشورہ سے جنگی چال چلی اور یہود اور مشرکین کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کر دیں۔ مؤلف ان روایات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ یہ روایات فن حدیث کے نقطہ نظر سے ثابت نہیں تا ہم کتب سیرت میں معروف ہیں اور شرعی اصول سیاسیات سے اس لیے متعارض نہیں ہیں کہ جنگ چال چلنے اور جل دینے سے عبارت ہے(۱۰۶)۔

کتاب کا پہلا حصہ ''معاشرے کی تنظیم اور خصوصیات'' کے عنوان سے ہے جس کو اسلام کے اولین دور کی تاریخ نگاری کے منہج سے شروع کیا گیا ہے بعد ازاں تاریخ کی اسلامی تعبیر کے عمومی خدو خال کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس حصہ میں مدنی معاشرہ قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت کے مباحث کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس حصے میں کہیں کہیں بعض اہم نتائج و دروس سیرت بھی مذکور ہیں۔ جن میں انسانی تعلقات کی مضبوط ترین بنیاد عقیدہ ہے، مدنی معاشرے کی اساس مودت تھی، مدنی معاشرے پر اسلام و ہجرت کے اثرات جیسے موضوعات شامل ہیں۔ کتاب کے دوسرے حصے میں مؤلف نے احکام جہاد پر مفصل مقدمہ ذکر کر کے غزوات کا ذکر کیا ہے۔ اس حصہ میں آپ جہاد کے ابواب، مختلف غزوات اور ان میں پیش آنے والے حالات و واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں، مثلاً غزوہ احد میں ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ شہر سے باہر نکل کر جنگ کی جائے یا شہر کے اندر اپنی پوزیشن مستحکم کی جائے تو انصاری صحابہ نے نہایت واضح انداز میں اس بات کا اظہار کیا کہ ہم شہر سے باہر نکل کر جنگ کرنا چاہتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے باہر نکل کر جنگ کا فیصلہ فرمایا۔ اس واقعہ سے آپ استنباط کرتے ہیں کہ صحابہ نہایت واضح اور آزادانہ اظہار رائے کرتے تھے خواہ ان کی رائے رسول ﷺ کی ذاتی رائے سے کتنی مختلف ہو(۱۰۷)۔ ساتھ ہی یہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک راہنما کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے لوگوں میں غور و خوض کرنے اور انھیں حالات سے نمٹنے کی تربیت دیں، ایک راہنما اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو مشورے میں شریک رکھے(۱۰۸)۔

آپ ان نتائج میں قرآن کی آیت، آل عمران(۱۰۹) کو بھی تائید کے لیے پیش کرتے ہیں۔ ان واقعات کے ذیل میں آپ مزید لکھتے ہیں کہ یہاں ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ صحابہ کرام کا سیاسی شعور کتنا بیدار تھا۔

۱۰۶- ایضاً، ص ۳۵۷ غزوہ خندق

۱۰۷- ایضاً، ص ۲۸۸

۱۰۸- ایضاً، ص ۲۸۹

۱۰۹- آل عمران: ۱۵۹

اگر چہ انھیں رائے کے اظہار کا پورا پورا حق حاصل تھا لیکن انھیں یہ حق نہیں تھا کہ وہ اپنے رہبر کے اوپر اپنی رائے مسلط کریں۔ یہی وجہ تھی کہ جب اس واقعہ میں انصار نے محسوس کیا کہ انہوں نے رسول ﷺ پر شہر مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے کے لیے دباؤ ڈالا ہے اور ان کے زور دینے کی وجہ سے رسول ﷺ ایسا کرنے پر تیار ہو گئے ہیں تو وہ فوراً آپ ﷺ کے پاس پہنچے اور معذرت خواہ ہوئے (۱۱۰)۔

رسول ﷺ نے اس روز دو زرہیں زیب تن فرمائیں اس کے باوجود کہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائیں گے اور دشمن آپ کو قتل نہیں کر سکتے۔ لیکن آپ امت کو یہ تعلیم دینا چاہتے تھے کہ ہر قسم کی صورت حال میں مادی ذرائع اور اسباب کو اختیار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے (۱۱۱)۔

السیرۃ النبویۃ دروس وعبر (ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی) (عربی)

یہ کتاب ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کے محاضرات کا مجموعہ ہے جو آپ نے دمشق یونیورسٹی کے کلیتہ الشریعۃ کے طلبہ و طالبات میں دیے تھے۔ یہ مختصر کتاب نبی اکرم ﷺ کی دعوتی اسٹریٹیجی پر روشنی ڈالتی ہے۔ کہیں کہیں فقہی فروع اور جزئیات سے متعلق بحثیں بھی کتاب میں ملتی ہیں۔ کتاب ایک مقدمہ اور فقہ السیرۃ سے متعلق دس فصلوں پر مشتمل ہے۔ مقدمہ، سیرت پاک کا امتیاز، مطالعۂ سیرت کے فوائد اور سیرت کے مصادر و مراجع پر مشتمل ہے، جب کہ باقی فصول میں مؤلف نے سن وار واقعات سیرت کو بیان کر کے آخر میں ''دروس وعبر'' کے عنوان کے تحت فقہ السیرۃ کو بیان کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے جنگی معرکوں سے اخذ کیے گئے دروس وعبر میں آپ نے اسلام کے جنگی تصورات کی ایسی تعبیر و تشریح کی ہے جس سے اسلام کا دفاع اور شبہات کا ازالہ ممکن ہوا ہے۔ مثلاً آپ نے اسلام کے نظریہ جہاد کو تمام ادیان سماویہ کے دفاع کا ذریعہ بتلایا ہے۔

واقعات سیرت اور قرآن حکیم کی آیت ﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا﴾ (۱۱۲) کے حوالہ سے آپ نے لکھا ہے کہ جہاد، الحادی اور شرکیہ قوتوں جو آسمانی ادیان سے برسرپیکار رہتی ہیں، کے خلاف الٰہی ادیان کی حفاظت کا بنیادی ذریعہ ہے (۱۱۳)۔

۱۱۰- ایضاً، ضیاء العمری، ص ۲۸۹

۱۱۱- ایضاً، ص ۲۹۰

۱۱۲- الحج: ۴۰

۱۱۳- ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی، السیرۃ النبویۃ دروس وعبر، بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۹۸۶، ص ۱۰۸-۱۰۹

ہجرت مدینہ کے بعد ابتدائی دور میں مسلمانوں کی طرف مشرکین کے تجارتی قافلوں پر حملوں کے حوالہ سے آپ نے لکھا ہے کہ مستشرقین نے ان حملوں کو لوٹ مار اور ڈاکے کی حیثیت سے دیکھا ہے جو کہ درست نہیں۔ وہ ان حملوں کی وجہ جواز یہ بتاتے ہیں کہ مکہ میں مسلمان مہاجروں کے اموال اور جائیدادوں پر مشرکین ناروا قبضہ کرکے اپنے تصرف میں لے آئے تھے، بہت سوں کو مکہ بدر کیا اور ان کی جائیدادیں بیچ دی تھیں، اس بنا پر مہاجرین کا ان قافلوں پر حملہ کرنا معاملہ بالمثل کی قبیل سے ہے اور اس کی تائید موجودہ بین الاقوامی قانون بھی کرتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس طرح کی سات مہموں میں شریک افراد صرف اور صرف مہاجرین تھے۔ کوئی ایک انصاری بھی اس میں شریک نہیں ہوا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان معرکوں کی تفسیر لوٹ مار یا ڈاکے سے کرنا مناسب نہیں۔

حدیث ''الحرب خدعة'' کو سیرت کے سیاق میں آپ نے یوں دیکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں اور کافروں ہر دوگروہوں کو امکانی حد تک مڈبھیڑ سے بچانے اور دونوں کے کم سے کم جانی نقصان کے لیے اس اصول سے کام لیا تھا(۱۱۴)۔

(ب)۔ عہد نبوی میں نظام حکمرانی (ڈاکٹر محمد حمید اللہ)

یہ کتاب سیرت کی روشنی میں فقہ الاداری اور فقہ الدولی پر مشتمل ہے۔

سیرت کی اس کتاب کے اسلوب کو سمجھنے کے لیے مؤلف کی کتاب کے شروع کی درجہ ذیل عبارت بہت اہم ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ'' سیرت طیبہ کا مطالعہ محض واقعات جاننے کے لیے نہیں بلکہ اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ یہ مصدر تشریع ہے۔ اسلامی قانون اور عقائد کا ایک مسلمہ کلیہ قاعدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ہر قول اور ہر فعل حتیٰ کہ اپنے صحابہ میں ہر گوارا کی اور روا رکھی ہوئی چیز قانونی حیثیت رکھتی ہے اور قرآن کی طرح سنت نبویؐ سے بھی واجبات، مستحبات، مباحات، مکروہات، محرمات وغیرہ قائم ہوتے ہیں۔ خود قرآن نے کثیر موقعوں پر سنت نبوی کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا ہے''(۱۱۵)۔

مؤلف نے سیرت کے مطالعہ میں اسی مقصد کو مقدم رکھا ہے کہ اس میں ہمارے لیے کیا سبق ہے؟ چنانچہ کہتے ہیں کہ''اسلام کا اصل اصول یہ ہے کہ 'فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة ''(۱۱۶) پھر لکھتے ہیں کہ ''اولاً ہم یہی دیکھیں گے کہ دنیوی معاملات میں آنحضرت ﷺ کی سیرت اور طرز تعلیم میں ہمارے

۱۱۴- ایضاً، ص:۱۱۹-۱۲۰

۱۱۵- ڈاکٹر محمد حمید اللہ، **عہد نبوی میں نظام حکمرانی**، اردو اکیڈمی سندھ، ص ۱۱

۱۱۶- **البقرة** : ۲۰۱

لیے کیا سبق ہے''(۱۱۷)۔

مؤلف نے آپ ﷺ کی زندگی اطہر کے سیاسی پہلو، نبی اکرم ﷺ بحیثیت منظم و مدبر، ماہر معیشت، بحیثیت معلم وغیرہ کی جانب اشارہ کیا ہے(۱۱۸)۔ان بحثوں سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اصل مقصد مطالعۂ سیرت کا اس کے حرکی پہلو سے استفادہ ہے۔ مؤلف نے رسول اللہ ﷺ کے سیاسی نظام کی درست تفہیم کے لیے کتاب کے شروع میں شہری مملکت مکہ کے عنوان سے مکہ کا سیاسی، مذہبی، معاشی نظام، نظام سفارت، نظام عسکر اور سماجی نظام پر تفصیل سے بحث کی ہے(۱۱۹)۔

کتاب میں دنیا کا سب سے پہلا دستور کے عنوان سے دستور مدینہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ مؤلف کے نزدیک اس دستور کے فقہی مطالعہ کے اہم نکات و اغراض حسب ذیل ہیں۔

اپنے اور مقامی باشندوں کے حقوق و فرائض کا تعین، مہاجرین مکہ کے توطن و بسر برد کا انتظام، شہر کے غیر مسلم عربوں اور خاص کر یہود سے سمجھوتہ، شہر کی سیاسی تنظیم اور فوجی مدافعت کا اہتمام، قریش مکہ سے مہاجرین کو پہنچے ہوئے جانی و مالی نقصانات کا بدلہ(۱۲۰)۔

مؤلف کے نزدیک اس دستور کے قانونی پہلو درج ذیل ہیں :

اصل سرچشمہ اقتدار اللہ کی ذات ہے، امیر مملکت بھی دستور کا عام آدمی کی طرح پابند ہے، غیر مسلموں کے شہری حقوق مذہبی آزادی اور اندرونی خود مختاری نہایت اہم ہیں(۱۲۱)۔مسلم غیر مسلم سیاسی وحدت کا قیام ممکن ہے، سیاسی پناہ کا حق کس کو حاصل ہے اور پناہ دہی کی شرائط کیا ہوں گی، سماجی نظام میں بیمہ کا جواز،(۱۲۲) مسلمانوں کے خلاف غیر مسلموں کی مدد جائز نہیں(۱۲۳)۔

کتاب کا چوتھا مقالہ اگرچہ قرآنی تصور مملکت کے عنوان سے ہے لیکن مؤلف کا اصل مقصود اس سے یہی ہے کہ رسول ﷺ کی مملکت کی خصوصیات کو بیان کیا جائے ان سے اصول وضع کیے جائیں چنانچہ اس

۱۱۷- **عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی**، ص ۱۱

۱۱۸- ایضاً، ص ۱۳- ۱۵

۱۱۹- ایضاً، ص: ۱۷-۷۵

۱۲۰- ایضاً، ص ۸۱

۱۲۱- ایضاً، ص ۸۵

۱۲۲- ایضاً، ص ۸۹

۱۲۳- ایضاً، ص ۸۳- ۹۰

مقالہ میں عدل گستری شورائیت، ملک کی معیشت، مذہب اور سیاست کا باہمی تعلق، بین الاقوامی تعلقات کے اصول وضوابط کو بیان کیا گیا ہے[۱۲۴]۔

مؤلف کا پانچواں مقالہ ''اسلامی عدل گستری اپنے آغاز میں'' کے عنوان سے ہے[۱۲۵]۔ جس میں آپ نے سیرت کے نظائر کی روشنی میں عدل گستری کے نبوی اصول بیان کیے ہیں۔ اس مقالہ میں نبویؐ اصول عدل گستری سے درجہ ذیل اہم اصول مستنبط کیے گئے ہیں[۱۲۶]۔

مختلف درجات کے قاضیوں کا تقرر کیا جا سکتا ہے اور ان کے فیصلے کیخلاف مرکزی قاضی کے پاس مرافعہ بھی ہو سکتا ہے۔ مؤلف نے مسند احمد کی روایت سے ثابت کیا ہے کہ مختلف قاضیوں اور محتسبوں کی کارروائیوں اور فیصلوں کے خلاف آنحضرت ﷺ کے پاس مرافعے آیا کرتے تھے۔ قاضی اگر اسلامی قانون کے خلاف کوئی فیصلہ دے گا تو اسے کالعدم سمجھا جائے گا۔ اس کے ثبوت میں آپ نے صحیح مسلم کی حدیث **من عمل عملاً لیس علیه امرنا فهورد** پیش کی[۱۲۷]۔

کتاب و سنت سے کسی مسئلہ کا واضح حل نہ ملتا ہو تو قاضی اپنی رائے و اجتہاد سے فیصلہ کر سکتا ہے۔ تاہم اس فیصلہ کا کتاب و سنت کی روح سے متعارض نہ ہونا شرط ہے (دلیل کے طور پر نبی ﷺ کا معاذ بن جبل کے لیے ہدایات کو ذکر کی ہے[۱۲۸]۔ قانون کے نفاذ میں مجرم کی نیت کو بھی پرکھا جائے گا[۱۲۹]۔قانونی انصاف کے ساتھ رحم کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ انسانوں کے سوا باقی سب مخلوقات ذمہ داری سے بری ہیں[۱۳۰]۔ عدل کے دوران فریقین سے ایک جیسا برتاؤ کیا جائے گا[۱۳۱]۔

بادشاہ بھی قانون سے بالا تر نہیں اور ''King can do no wrong'' کا تصور غلط ہے۔

مؤلف نے دلیل کے طور پر ابن ہشام اور ابن الاثیر کے حوالہ سے روایات نقل کی ہیں کہ آپؐ خود اپنی ذات کے خلاف ٹارٹ اور دیوانی دونوں قسم کے متعدد مقدمات سنے اور مدعیوں کے حق میں فیصلے صادر

۱۲۴- ایضاً، ص ۱۰۶- ۱۴۱

۱۲۵- ایضاً، ص ۱۴۲

۱۲۶- ایضاً، ص ۱۴۲

۱۲۷- ایضاً، ص ۱۶۱

۱۲۸- ایضاً، ص ۱۶۰

۱۲۹- ایضاً، ص ۱۶۲

۱۳۰- ایضاً، ص ۱۶۳

۱۳۱- ایضاً، ص ۱۷۲

فرمائے(۱۳۲)۔

کتاب کے چھٹے مقالے عہد نبوی کے نظام تعلیم میں ڈاکٹر حمید اللہ نے مختلف قبائل اور وفود کے ساتھ معلمین بھیجنے کے واقعات نقل کیے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اقوام ریاست کی تربیت و تعلیم کا انتظام کرنا حکومت کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے(۱۳۳)۔ مؤلف نے واقعات سیرت سے نتیجہ نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک طے شدہ سیاست تھی کہ صرف وہی لوگ قوم کی سیادت، سرداری اور رہنمائی کریں جو تعلیم یافتہ ہوں اور قرآن و سنت کے زیادہ ماہر ہوں۔ آپ ﷺ کی اس پالیسی کا کیا نتیجہ برآمد ہوا؟ اس سے خواندگی میں کتنی تیزی سے ترقی ہوئی؟ اس کے لیے قرآن مجید کا حکم ذکر کرتے ہیں کہ ہر وہ تجارتی معاملہ جس میں رقم ادھار ہو صرف تحریری طور سے انجام پائے اور ایسی دستاویز پر کم از کم دو اشخاص کی گواہی لی جایا کرے(۱۳۴)۔

بین الاقوامی تعلقات کے لیے دوسری زبانوں کو سیکھنے کا انتظام بھی حکومت کی ذمہ داری ہے، آپ ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو بعض دوسری زبانوں کے سیکھنے کا حکم فرمایا(۱۳۵) مردوں کی طرح خواتین کی تعلیم و تربیت کا مناسب انتظام بھی مملکت کی ذمہ داری ہے۔ آپؐ نے خواتین کے لیے ہفتہ میں ایک دن مقرر فرمایا تھا(۱۳۶)۔

کتاب کا آٹھواں مقالہ عہد نبویؐ کی سیاست کاری کے اصول پر مشتمل ہے(۱۳۷)۔

مؤلف نے عہد نبویؐ کی سیاست خارجہ کے اصول دو حصوں میں تقسیم کیے ہیں، (الف) عام اور ہمہ گیر اصول جو ہر حال اور ہر کسی کے ساتھ ایک جیسے تھے۔ (ب) انفرادی اصول جو ہر انفرادی وحدت کے ساتھ بدلتے رہتے تھے۔

ان اصولوں کے بدلتے رہنے کی وجہ یہ تھی کہ مختلف طبقات سے اسلامی ریاست کا واسطہ تھا، مثلاً مکہ کے مخالف عرب کے غیر عربی عناصر خاص کر یہودی قبائل، خانہ بدوش قبائل، عرب کی شہری زندگی یا شہری مملکتیں مثلاً طائف، عرب کے بیرونی دخل انداز، ایران و رومی صوبے، نو آبادیاں اور ہمسایہ ملک وغیرہ۔ مؤلف

۱۳۲- ایضاً، ص ۱۷۵، ۱۷۶

۱۳۳- ایضاً، ملاحظہ ہو، ص ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸

۱۳۴- ایضاً، ص ۲۰۰

۱۳۵- ایضاً، ص ۲۰۳

۱۳۶- ایضاً، ص ۱۰۶

۱۳۷- ایضاً، ص ۲۳۴

نے عہد نبویؐ کی سیاست کاری کے اصول بھی تحریر کیے ہیں جن میں چند اہم اصول درج ذیل ہیں:

تبلیغ دین، ریاست کا اندرونی استحکام، انسانی خون کی حرمت، فنون عرب کی ترقی، دشمن حربی پر معاشی دباؤ، حلیفوں کی کثرت، دشمن کی مصیبت کے وقت مدد تاکہ وہ ممنون ہو، دشمنوں کو الگ الگ کرنا یعنی پھوٹ ڈالنا، تالیف قلبی، ہجرت، مسلمانوں کی نو آبادکاری وغیرہ(۱۳۸)۔

نشأة الدولة الاسلامية على عهد رسول الله ﷺ دراسته في الوثائق

(دكتور عون الشريف قاسم)

عون شریف قاسم کی یہ کتاب دراصل ان کا تحقیقی مقالہ ہے جو انہوں نے ۱۹۶۰ء میں لندن یونیورسٹی میں پیش کر کے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ تصنیف کے دس برس بعد مؤلف نے اسے انگریزی سے عربی میں منتقل کیا اور اس کی پہلی طباعت ۱۹۷۰ء میں خرطوم یونیورسٹی سے دبلوماسیۃ محمد، دراسة نشاة الدولة الاسلامية في ضوء رسائل النبي و معاهداته کے نام سے ہوئی۔ پھر ایک دھائی کے بعد دوسرے نام سے اس کی دوسری طباعت عمل میں آئی، کتاب کے عنوان کے مطابق اس کا مرکزی موضوع نبی اکرم ﷺ کے معاہدات اور مکاتیب ہیں جن کا مطالعہ مؤلف نے اس انداز میں کیا ہے کہ نبوی ریاست کے آغاز و قیام سے لے کر اس کے سیاسی استحکام اور نمو و ترقی تک کے مراحل کا تحلیلی مطالعہ سامنے آ جائے(۱۳۹)۔

وثائق نبوی پر عون شریف کا یہ مطالعہ اس اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے کہ آپ نے ان وثائق و معاهدات کو سہ جہتی استنباطات کے اعتبار سے دیکھا ہے۔ ا-حربی، ب-سیاسی ج-تشریعی، آپ کے بقول یہ وثائق اور معاهدات نبویؐ ریاست اور قبائل عرب کے درمیان تعلقات کی عکاسی کرتے ہیں۔ وثائق و معاہدات پر آپ نے اہل سیرت کے لیے ڈاکٹر حمید اللہ کے کام کو اساسی اور مرکزی قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر عون شریف نے وثائق کی صحت اور نصوص سے متعلق ملابسات و روایات پر مفصل گفتگو کی ہے۔

کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ دراسۃ النصوص سے متعلق ہے۔ اس حصہ میں مؤلف نے چھ ابواب بنائے ہیں ہر باب کے تحت کئی فصول ہیں جن میں مذکورہ وثائق و معاہدات سے سہ جہتی یعنی فقہ سیاسی، فقہ حربی اور عبادات و معاملات سے متعلق احکام زیر بحث لائے ہیں۔ اس ضمن میں مؤلف کا منہج یہ ہے کہ آپ دستاویز کے مطالعہ سے قبل متعلقہ امور کو بطور تمہید پیش کرتے ہیں۔ معاهده جس خاص اہل علاقہ،

۱۳۸- ایضاً، ص ۲۶۲-۲۸۰

۱۳۹- ڈاکٹر عون شریف قاسم، **نشاة الدولة الاسلامية على عهد رسول الله ﷺ، دراسة في الوثائق**، تصدير الطبعة الثانية، دار الكتب الاسلاميه ۱۹۸۱، ص ۵

قبیلہ یا افراد سے متعلق ہو ان سے متعلق سیاسی، مذہبی اور جغرافیائی معلومات فراہم کرتے ہیں، قبائل کے درمیان ان کی اسٹریٹجک پوزیشن وغیرہ کا تعین کرتے ہیں۔ علاقائی معلومات کے علاوہ جس خاص حالات و زمانہ میں معاہدہ طے پاتا ہے اس کی اہمیت اور اس تناظر میں معاہدہ کی معنویت وغیرہ امور کو زیر بحث لاتے ہیں بعد ازاں معاہدہ یا دستاویز میں موجود اہم مباحث قلمبند کرتے ہیں۔

کتاب کے باب اوّل میں دستور مدینہ اور اس کے فریقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ باب دوم میں قبائل عرب سے صلح حدیبیہ تک ہونے والے معاہدات کا ذکر ہے ان معاہدات کو مؤلف نے ابتداءً استقرار مدینہ کے بعد نبوی ریاست کی خارجہ پالیسی کے تناظر میں دیکھا ہے۔ آپ کے بقول نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کے داخلی استحکام کے بعد مدینہ کے آس پاس کے قبائل، بنوضمرہ، جھینہ، خزاعہ، غفار اور اسلم سے دفاعی معاہدات فرمائے اور قریش کو سیاسی اور اقتصادی طور پر دباؤ کا شکار کر دیا[۱۴۰]۔ باب سوم میں جزیرہ العرب سے باہر بادشاہوں کو ارسال کیے گئے مکاتیب کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ باب چہارم میں نبوی ریاست کے مکمل جزیرہ عرب تک امتداد کا ذکر ہے۔ متعلقہ دستاویزات کے تحت مؤلف نے اسلامی تشریحات، عبادات، مقادیر زکوٰۃ وغیرہ سے متعلق بحث بھی کی ہے۔

باب پنجم میں قبائل عرب سے ہونے والے امن اور جوار کے معاہدات کا ذکر ہے۔ ان میں شام، یمن اور دربار رسالت میں آنے والے دیگر قبائل کے ساتھ معاہدات کا ذکر ہے۔ باب ششم جو کہ کتاب کا آخری باب ہے، میں جاگیروں اور ان سے متعلق احکام اور نبوی تنظیمات پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ آپ نے رسول ﷺ کی دی گئی جاگیروں (اقطاع وغیرہ) کے حوالہ سے استنباطی اشارات کیے ہیں، مثلاً یہ کہ اقطاع رسول کے منجملہ اھداف میں وسائل کی مناسب تقسیم، اہل علاقہ کو علاقہ کے وسائل سے استفادہ کرنے کا موقع، جاگیروں کے ذریعہ مختلف علاقوں کے مابین اختلافات کا خاتمہ وغیرہ امور شامل ہیں[۱۴۱]۔ امام ابو یوسف کے حوالہ سے آپ نے رسول اکرم ﷺ کے اس طرز عمل کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اسلامی ریاست اور دشمن ریاست کے درمیان علاقہ کو جاگیرداری کے ذریعہ تقسیم کر کے حربی اور دفاعی پیش بندی کے طور پر استعمال فرمایا تھا[۱۴۲]۔ اقطاع کی طویل بحث کے بعد کتاب کا حصہ وثائق شروع ہو جاتا ہے۔ اس حصہ میں تمام وثائق و دستاویزات کو مشکل اور غریب الفاظ کی توضیح کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

۱۴۰- ایضاً، ص ۴۲

۱۴۱- ایضاً، ص ۲۶۷

۱۴۲- ایضاً، ص ۲۷۲

الدّولة فی عہد الرسول(ڈاکٹر صالح احمدالعلی)

ڈاکٹر صالح احمدالعلی، المجمع العلمی العراقی کے رئیس تھے آپ نے دوجلدوں پر مشتمل کتاب (نبی اکرم ﷺ اور عہد صدیقی میں) اسلامی ریاست کی نشأۃ اور تنظیم سے متعلق تحریر فرمائی ہے۔ پہلی جلد دورنبویؐ اوردوسری عہد صدیق اکبرؓ سے متعلق ہے۔ ہمارے پیش نظر کتاب کی پہلی جلد ہے جو ۱۹۸۸ء میں المجمع العلمی النظری سے طبع ہوئی ہے۔

ڈاکٹر صالح کی یہ کتاب اسلامی ریاست اور نبوی معاشرہ کے بہت سے اہم فکری، اجتماعی، سیاسی اور اداراتی نوعیت کے مباحث پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے ان موضوعات پر سیرت کے بنیادی مصادر سے عرق ریزی کے ساتھ معلومات کو اکٹھا کیا ہے۔ کتاب کی ابتداء میں مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے مطالعہ کے لیے مصادر کی نشاندہی کی ہے۔ مؤلف نے قرآن اور کتب احادیث کے علاوہ **سیرۃ ابن ھشام، طبقات ابن سعد، فتوح البلدان** اور **انساب الاشراف للبلازری، المحبرلابن حبیب** سے بہت استفادہ کیا ہے تاہم کتاب کے مراجع کی فہرست نہایت طویل ہے جن میں کتب تفاسیر، کتب ادب، کتب لغت اور کتب تاریخ شامل ہیں۔ اس سلسلہ میں جو چیز محقق کی توجہ کوبطور خاص مرکوز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ مؤلف کتب سیرت، کتب تفسیر، کتب حدیث کے ساتھ ساتھ کتب فقہ کو بھی حیات رسول کے مطالعہ کا اساسی مصدر بتاتے ہیں۔ مؤلف ذخیرہ فقہ کو سیرت طیبہ کی تشریعی اور عملی پہلو کے اعتبار سے دیکھتے ہیں آپ اموال پر لکھی گئی کتابوں مثلاً ابو یوسف اوریحیی بن آدم کی **کتاب الخراج**، ابو عبید کی"**الاموال**" کوسیرت کے بنیادی مصادر کے طور پر گردانتے ہیں۔ کتب فقہ کے ابواب جن میں جزیہ، غنائم، زکوٰۃ، خراج وعشور وغیرہ شامل ہیں، کو مؤلف سیرت طیبہ کا قانونی ورژن قرار دیتے ہیں۔ مؤلف کے نزدیک **کتاب الاثار، السنن** اور **مصنفات** کو بایں معنی فقہ کی کتابوں میں شمار کیا جا سکتا ہے کہ ان میں حیات طیبہ کے عملی پہلوؤں، عبادات و معاملات کے احکام وتنظیمات کا بیان ہوتا ہے(۱۴۳)۔

کتاب کا ابتدائی حصہ مدنی زندگی، قبائل عرب، بیعت عقبہ، ہجرت، مؤاخاۃ نبوی، ایڈمنسٹریشن، عدلیہ اور عبادات وفرائض سے بحث کرتا ہے۔ کتاب کا دوسرا حصہ منافقین اوریہود پر مشتمل ہے۔ریاستی پالیسیوں سے متعلق ہے جب کہ تیسرا حصہ اسلامی تصور جہاد اور نبویؐ ریاست کے جنگی معرکوں اور احوال سے بحث کرتا ہے۔ اس حصہ میں قبائل عرب سے متعلق بہت قیمتی معلومات کو جمع کیا گیا ہے۔ کتاب کا چوتھا حصہ فتح مکہ

۱۴۳- ڈاکٹر صالح احمد العلی، الدولة فی عهد الرسول،المجمع العلمی النظری،۱۹۸۸،ص ۱۱-۱۲

کے بعد کے امور جن میں مکاتیب نبویؐ، شمالی حجاز میں دعوت اسلام کی نشر و اشاعت، وفود اور ریاستی معاملات کی وسعت اور مالیاتی امور و احوال سے بحث کرتا ہے۔ پانچویں حصہ میں مؤلف نے دعوت اسلام، قرآن کریم، دین و امت، اخلاق وشمائل نبویؐ جیسے امور کا تذکرہ کیا ہے۔ جن سے مؤلف کا مقصد ریاست کی تکوین کے روحانی عناصر کی نشاندہی کرنا ہے۔

❀❀❀❀❀

خطباتِ مدراس

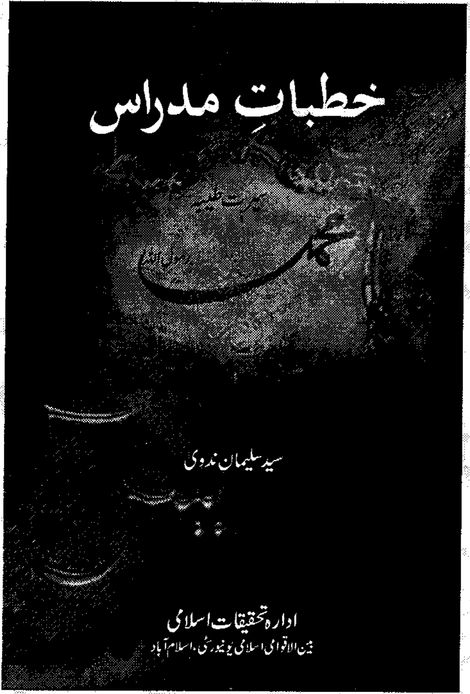

''خطبات مدراس'' علامہ سید سلیمان ندوی کے ان مشہور خطبات کا مجموعہ ہے جو انھوں نے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف پہلوؤں پر ۱۹۲۵ میں دیے تھے۔ یہ خطبات کتابی صورت میں شائع ہوئے۔ کتاب کے قبول عام کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ یہ مسلسل شائع ہوتی رہی ہے اور اپنے مواد اور اسلوب بیان کے سبب اہل فکر ونظر سے خراج تحسین وصول کرتی رہی ہے۔

خطبات مدراس کی اشاعت سے لے کر اب تک سیرت کے میدان میں بہت سا کام سامنے آچکا ہے۔ سیرت ومغازی اور دوسرے اسلامی علوم کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جو مخطوطات کی شکل میں دنیا کے مختلف حصوں میں بکھرا ہوا تھا اسے دریافت کے بعد زیور طبع سے آراستہ کیا جاچکا ہے۔ ان سب باتوں کے پیش نظر اس کتاب کے ایک جدید ایڈیشن کی ضرورت عرصہ دراز سے محسوس کی جارہی تھی۔ یہ ضرورت اب پوری کی جارہی ہے۔

اس نئی تدوین کو علمی اعتبار سے اور زیادہ وقیع اور مفید بنانے کے لیے خطبات میں مذکور آیات اور احادیث کی تخریج کردی گئی ہے، تلمیحات اور دیگر حوالوں کے پیش نظر حواشی کا اضافہ کردیا گیا ہے اور مصادر ومراجع اور دیگر علمی فہارس بھی شامل کرلی گئی ہیں۔ اس کاوش کی بدولت کتاب کی علمی قدر وقیمت میں بہت اضافہ ہوگیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمارے قارئین اس ایڈیشن کو سابقہ ایڈیشنوں کے مقابلے میں زیادہ مفید پائیں گے۔

۳۴۱ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں اشاریہ شامل ہے۔ قیمت: ۳۰۰

ISBN 978-969-408-321-6

قارئین اور ادارے جو اس کتاب سے خصوصی طور پر استفادہ کرسکتے ہیں:
اہل علم، طلبہ، عام قاری، کتب خانے، مراکز تحقیق، جامعات۔
کتاب منگانے یا ادارہ کی کتابوں کی فہرست حاصل کرنے کے لیے رابطہ فرمایئے:
ڈائریکٹر مطبوعات، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۵، اسلام آباد۔
فون نمبر: ۲۲۵۴۸۷۴، فیکس: ۹۲۶۰۷۶۹، ای میل (<iri.publications@gmail.com>)
قیمت کی ادائیگی کے طریقے: بنک ڈرافٹ (بنام ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد)، بنک بلٹی یا منی آرڈر۔ ڈاک خرچ یا ٹرک سروس کا کرایہ بذمہ خریدار۔
نوٹ: کتب فروشوں، کتب خانوں اور اداروں کو خریداری کی مالیت کے حساب سے ڈسکاؤنٹ دیا جاتا ہے۔